اجراء حسبِ ارشاد: شیخ الحدیث حضرت مولانا مشرف علی تھانوی قدس سرہ

مواعظ حکیم الامت اور دینی رسائل کی اشاعت کا امین

ماہنامہ الامداد لاہور پاکستان

مدیر مسئول
(مولانا) ڈاکٹر احمد میاں تھانوی

مدیر
ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی

جلد ۲۴ | جمادی الاول ۱۴۴۵ھ | دسمبر ۲۰۲۳ء | شمارہ ۱۲

# الاسراف

## فضول خرچی کے نقصانات (قسط دوم)

ازافادات

حکیم الامت مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

عنوانات و حواشی: ڈاکٹر مولانا خلیل احمد تھانوی

قیمت فی پرچہ =/۵۰ روپے | زر سالانہ =/ ۶۰۰ روپے

ناشر: (مولانا) ڈاکٹر احمد میاں تھانوی

مطبع: ہاشم اینڈ حماد پریس

۲۰/۱۳ ریٹی گن روڈ بلال گنج لاہور

مقام اشاعت

جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ رجسٹرڈ لاہور پاکستان

ماہنامہ الامداد لاہور

35422213
35433049

پتہ دفتر

جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ رجسٹرڈ

۲۹۱۔ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

وعظ

# الاسراف

## (فضول خرچی کے نقصانات) قسط دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے مواعظ کی اشاعت کے سلسلہ کا یہ ۷۴۳واں وعظ ہے جو حضرت تھانویؒ نے مراد آباد میں ۲۷ صفر ۱۳۳۱ھ کو چار گھنٹے چار منٹ تک بیان فرمایا، اسی وعظ کو حکیم الامت کے بھانجے علامہ ظفر احمد عثمانیؒ کے بڑے بھائی حضرت مولانا سعید احمد تھانویؒ نے قلم بند فرمایا۔ وعظ میں اسراف کی حقیقت اور حدود اسراف میں تجاوز سے دین و دنیا دونوں خراب ہوتے ہیں مصائب اکثر گناہوں اور بداعمالیوں سے آتے ہیں، مصیبت اور بلاء کا فرق، بخل سے اسراف زیادہ برا ہے، آج کل اسراف مال کو لوگ عیب نہیں سمجھتے جنٹل مینی اور فیشن پر مفصل کلام، آرائش اور نمائش کا فرق، کافر اور مسلمان کا مال مار لینے اور دبا لینے میں کیا فرق ہے۔ اور اسی قسم کی بہت سی کوتاہیوں کا ذکر اور ان کا علاج بیان فرمایا۔ انتہائی مفید وعظ ہے اللہ پاک سب کو استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نوٹ: اس وعظ کی پہلی قسط کا آخری عنوان (اسراف کا انجام) تھا اور اس دوسری اور آخری قسط کا پہلا عنوان (حضرت عمر فاروق کا ایفاء عہد) ہے۔

خلیل احمد تھانوی

۳۰۔۷۔۲۰۲۳

۱۱ محرم الحرام ۱۴۴۵ھ

# فہرست


| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱......... | حضرت عمر فاروق کا ایفاء عہد......... | ۷ |
| ۲......... | دو چیزیں مقوی قلب ہیں......... | ۸ |
| ۳......... | مسلمان بچوں میں مال کی قدر کم ہوتی ہے......... | ۹ |
| ۴......... | اسراف کی ایک خرابی......... | ۱۰ |
| ۵......... | خرچ میں کفایت شعاری کی ضرورت......... | ۱۱ |
| ۶......... | غیر ضروری اشیاء......... | ۱۲ |
| ۷......... | سفر میں ضروری سامان کی حاجت......... | ۱۵ |
| ۸......... | لارڈ ڈفرن کا اسلامی وضع کو پسند کرنا......... | ۱۶ |
| ۹......... | نو تعلیم حضرات کا جدید زیور......... | ۱۷ |
| ۱۰......... | مستورات کا جوہر......... | ۱۷ |
| ۱۱......... | آج کل کے فیشن میں قید ہی قید ہے......... | ۱۸ |
| ۱۲......... | جدید فیشنوں میں اسراف کثیر......... | ۲۰ |
| ۱۳......... | لباس میں اسراف......... | ۲۱ |
| ۱۴......... | اسراف کی حد حقیقی......... | ۲۳ |
| ۱۵......... | صاحب ہدایہ کا عجیب نکتہ......... | ۲۴ |
| ۱۶......... | محقق کی شان......... | ۲۵ |
| ۱۷......... | حضرت مولانا گنگوہی کی شیخ سے محبت......... | ۲۵ |
| ۱۸......... | حضرت غوث اعظم کا لذیذ کھانوں کے استعمال کا سبب.. | ۲۶ |
| ۱۹......... | حضرات عارفین کے لذائذ کے استعمال میں نیت..... | ۲۷ |
| ۲۰......... | نفس کا حق......... | ۲۷ |
| ۲۱......... | چار انگشت حریر کا استعمال جائز ہے......... | ۲۸ |

| | | |
|---|---|---|
| ۲۲.......... | دین میں شبہات پیدا ہونے کا سبب.......... | ۲۹ |
| ۲۳.......... | مفت کی قدر نہیں ہوتی.......... | ۳۰ |
| ۲۴.......... | علماء سے اسرار و علل احکام دریافت کرنا مناسب نہیں.... | ۳۱ |
| ۲۵.......... | حریر کی خاصیت.......... | ۳۲ |
| ۲۶.......... | امتیاز شان کی نیت شرعاً کبر ہے.......... | ۳۲ |
| ۲۷.......... | چھوٹی بچیوں کو زیورات پہنانے کی قباحتیں.......... | ۳۳ |
| ۲۸.......... | سات برس کی بچی کو پردہ کی عادت ڈالنا مناسب ہے... | ۳۴ |
| ۲۹.......... | حق تعالیٰ کی خاص عنایت کی گھڑی.......... | ۳۵ |
| ۳۰.......... | شادی بیاہ میں اسراف.......... | ۳۵ |
| ۳۱.......... | شوہر کے رشوت لینے کا سبب.......... | ۳۶ |
| ۳۲.......... | بناؤ سنگھار کا انجام.......... | ۳۶ |
| ۳۳.......... | آرائش ونمائش میں فرق.......... | ۳۷ |
| ۳۴.......... | اہل زینت کی اقسام.......... | ۳۸ |
| ۳۵.......... | آرائش کی شرعاً اجازت ہے.......... | ۳۸ |
| ۳۶.......... | تکبر نئی نئی ترکیبیں سکھاتا ہے.......... | ۳۹ |
| ۳۷.......... | صدقہ میں وسعت سے زیادہ خرچ کرنا مناسب نہیں.... | ۴۰ |
| ۳۸.......... | اسراف کے ناجائز ہونے کا سبب.......... | ۴۲ |
| ۳۹.......... | ضعیف یا قوی طبیعت ہونے کو بزرگی میں کچھ دخل نہیں.. | ۴۳ |
| ۴۰.......... | ایک بزرگ مولانا احمد کی حکایت.......... | ۴۳ |
| ۴۲.......... | غریب آدمی کی فکر آرائش اسراف ہے.......... | ۴۵ |
| ۴۲.......... | خلاصہ وعظ.......... | ۴۶ |
| ۴۳.......... | احکام شریعت مولویوں کے من گھڑت مسائل نہیں...... | ۴۷ |
| ۴۴.......... | عشاق کا مذاق.......... | ۴۸ |
| ۴۵.......... | اخبار الجامعہ.......... | ۴۹ |

ماہ نومبر 2023ء کے وعظ کا آخری عنوان (اسراف کا انجام) تھا۔

## حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایفاء عہد

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس فارس کا ایک شہزادہ آیا آپ نے اس پر اسلام پیش کیا اس نے انکار کیا آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا وہ کہنے لگا کہ امیر المومنین آپ مجھے قتل تو کریں ہی گے لیکن اس سے پہلے میری ایک درخواست پوری کر دیجئے وہ یہ کہ مجھ کو پانی پلا دیجئے میں پیاسا ہوں۔ آپ نے حکم دیا کہ اس کو پانی پلا دیا جائے۔ جب پانی اس کے پاس آیا تو وہ کہنے لگا کہ امیر المومنین اس کا وعدہ فرمالیں کہ جب تک میں یہ پانی نہ پی چکوں اس وقت تک مجھے قتل نہ کیا جائے گا تاکہ پینے کے درمیان میں مجھ کو کوئی قتل نہ کر دے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وعدہ فرما دیا اس نے وہ پانی زمین پر گرا دیا اور کہا لیجئے آپ مجھ کو قتل کیجئے آپ مجھے قتل ہی نہیں کر سکتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا (قد خدعنی الرجل) کہ مجھے اس شخص نے بڑا دھوکہ دیا۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ اس کو قید سے رہا کر دیا جائے۔ حضرات ہے کہیں ایسا قانون جو ایک قیدی کے مقابلے میں سلطان وقت کو عاجز کر دے کہ اب وہ اس کا کچھ نہیں بنا سکتا مگر اس کا یہ اثر ہوا کہ اس شہزادے نے تھوڑی دیر کے بعد کہا اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ بجز اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ ۱۲ ص)۔ اور کہنے لگا امیر المومنین اسلام میرے دل میں پہلے ہی آ چکا تھا مگر اس وقت اگر میں اسلام لاتا تو آپ یہ سمجھتے کہ تلوار کے خوف سے اسلام لایا ہے اس واسطے میں نے یہ تدبیر کی کہ پہلے آپ کو اپنے قتل سے میں نے عاجز کر دیا پھر اسلام ظاہر کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بات کی بڑی قدر ہوئی اور ان سے ہمیشہ امور سلطنت میں مشورہ کیا کرتے تھے۔

بہر حال یہ بات ٹھہری ہوئی ہے کہ جن کاموں میں مصلحت ہو اور مفسدہ بھی ہو وہ حرام ہے۔ اب سمجھیے کہ اسراف میں جو شبہ ہوتا ہے کہ اس سے لوگوں کو نفع بھی پہنچتا ہے

تو شریعت اس کے مفاسد پر نظر کر کے اس کو حرام کہتی ہے اور یقیناً اسراف میں مفاسد(۱) بہت ہیں اور یہ وہ قانون ہے جس پر تمام اہل تمدن بالاجماع عمل کرتے ہیں۔ اگر ایک شخص رات کو ڈکیتی کر کے صبح کے وقت سب مال غرباء کو دے دے تو کیا یہ شخص ڈکیتی کے جرم سے بری ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ اسراف بخل سے زیادہ برا ہے۔ دوسرے ان دونوں میں ایک اور باریک فرق ہے جس سے یہ بات زیادہ واضح ہو جائے گی کہ اسراف بخل سے(۲) زیادہ اشد ہے وہ یہ کہ بخل میں یہ احتمال نہیں ہے کہ وہ شخص اپنے دین کو چھوڑ دے اور اسراف میں یہ اثر ہم کو معلوم ہوا ہے بلکہ بخیل اکثر بہت دیندار ہوتا ہے، نمازیں بہت پڑھتا ہے اور مال کی حفاظت کے لیے راتوں کو تہجد بھی پڑھتا ہے اور روٹی کی کفایت کے لیے روزے بھی بہت رکھتا ہے افطار میں مسجد کی گھونگنیوں سے پیٹ بھر لیا، سحری میں تھوڑا بہت کھا کر دودھ کی جگہ پانی بہت سا پی لیا اور اپنے مال کو بچا لیا غرض بخیلوں کو اکثر دیندار اور نمازی ہی دیکھا گیا ہے دوسرے بخیل کا دل مستغنی ہوتا ہے اس کو روپے کا نشہ ہر وقت سوار رہتا ہے۔

## دو چیزیں مقوی قلب ہیں

میں کہتا ہوں کہ دو چیزیں بہت مقوی قلب ہیں ایک بچوں کو دیکھنا کہ ان کی طفلانہ حرکتوں سے دل کو فرحت ہوتی ہے دوسرے چاندی سونے کا مالک ہونا۔ اطباء مقویات اور مفرحات میں ان دونوں کا ذکر کرنا بھول گئے۔ مشہور ہے کہ سو روپے میں ایک بوتل کا نشہ ہوتا ہے۔ غرض بخیل اس تصور سے ہر دم خوش رہتا ہے کہ میرے پاس اتنے ہزار روپے ہیں۔ اتنی جائیداد ہے تو اس کا دل مستغنی ہوتا ہے اس لیے وہ کبھی نصرانی یا آریہ نہیں ہوسکتا۔ اور ایک مسرف صاحب کو ہم نے خود دیکھا ہے کہ اپنی جائیداد وغیرہ سب کھا چاٹ گئے جب خالی ہاتھ رہ گئے تو اب فاقوں کی نوبت آئی۔ ہنر کوئی آتا نہ تھا جو اس سے ہی پیٹ پالیں اور ہنر سیکھنے کو آج کل عیب بھی سمجھا جاتا ہے۔ ایک صاحب کہتے تھے کہ ہم کو اولاد کو تعلیم دینے کی کیا ضرورت ہے ہمارے پاس اتنی جائیداد ہے

(۱) خرابیاں (۲) فضول خرچی کنجوسی سے بری ہے۔

جو مصارف کے لیے کافی ہے پھر پڑھانے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا حاصل یہ ہوا کہ تعلیم صرف کھانے کمانے کے لیے دی جایا کرتی ہے اگر کھانے کو پاس ہوتو پھر تعلیم کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر یہی مقصود ہے تو گویا آدمی ایک جانور اور بہیمہ (۱) کے برابر ہو گئے۔ جس کو کھانے پینے کے سوا کچھ مقصود ہی نہیں۔ غرض ان مسرف صاحب کے پاس کوئی ہنر تو تھا نہیں۔ اب یہ سوجھی کے عیسائی ہو جاؤ چنانچہ ہو گیا۔ اسراف کا یہ انجام ہوا مگر یہ جتنے لوگ مسلمان ہو کر عیسائی ہوتے ہیں وہ محض لالچ سے ہوتے ہیں ورنہ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ اسلام کے مقابلے میں کوئی دوسرا مذہب دل سے حق معلوم ہو۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی مذہب حق معلوم نہ ہو کیونکہ جو شخص ایک ضعیف شبہ کی وجہ سے اسلام کو باطل سمجھے گا تو دوسرے مذاہب میں تو قوی شبہات موجود ہیں ان کو کیوں کر حق سمجھ سکتا ہے تو افلاس کی پریشانی ایسی بری بلا ہے کہ اس کی وجہ سے اسلام کو چھوڑ کر بعض لوگ عیسائی ہو گئے ہیں اور اسراف سے ایسے افلاس کی نوبت آسکتی ہے کہ اور مالدار بخیل کو یہ نوبت نہیں آتی اس لیے بخیل کا دین چھوڑنا بہت مشکل ہے تو تعجب ہے کہ لوگوں نے بخیل کی مذمت کے لیے تو بہت سے حکایات تصنیف کر لیں اور اسراف کے لیے کچھ بھی نہیں تو یہ شریعت کا اتباع نہیں بلکہ عادت کا اتباع ہے اور مسلمانوں میں یہ مرض زیادہ ہے اور اس کو مرض بھی نہیں سمجھتے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دل میں مال کی قدر نہیں ہوتی اور دوسری قوموں کے دل میں مال کی بڑی قدر ہوئی ہے۔

## مسلمان بچوں میں مال کی قدر کم ہوتی ہے

میں نے قصبہ انبہٹہ میں دو لڑکوں کو دیکھا کہ ایک مسلمان کا لڑکا تھا اور دوسرا ہندو کا وہ دونوں ایک اسکول میں پڑھتے تھے۔ اور دونوں کو ناشتہ کے واسطے گھر سے پیسے ملتے تھے۔ تو استاد سے اجازت لے کر کچھ کھانے کے لیے اسکول سے باہر آتے تھے آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ کیا کھانا چاہیے؟ مسلمان صاحب تو فرماتے ہیں کہ ہم تو مٹھائی کھائیں گے اور وہ ہندوزادہ کہتا ہے بھائی ہم تو سنگھاڑے لیں گے کہ پیٹ میں کچھ

(۱) چوپایہ۔

بوجھ بھی ہو۔ ان تجویزوں ہی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے بچوں تک میں بھی ابتدا سے مال کی محبت اور قدر کم ہوتی ہے۔ اور ہندوؤں کے بچوں میں ابتدا ہی سے مال جوڑنے کی فکر پیدا ہو جاتی ہے اس لیے اگر مسلمان اسراف سے رکیں تو یہ بڑا مجاہدہ ہے اور ان کو اسراف سے رکنے پر ثواب بھی زیادہ ملے گا اور مسلمانوں کے علاوہ دوسری قومیں اگر اسراف سے رکیں تو کون سا کمال ہوا؟ ان کو تو مال جمع کرنے کی محبت ہوتی ہی ہے تو مسلمان جس قدر اسراف سے بچیں گے ان کو اس میں زیادہ ثواب ملے گا۔ اس لیے میں نے اسراف کا مضمون اس وقت بیان کرنے کے لیے تجویز کیا اور گو ذہن میں اسراف فی المال (مال میں فضول خرچی کرنا۔ ۱۲ ص) کا مضمون تھا اور اب بھی وہی غالب ہے لیکن شرعاً اسراف مال ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر گناہ اسراف میں داخل ہے مگر چونکہ آج کل اسراف فی المال کے بارے میں بہت بے توجہی کی جا رہی ہے حتی کہ بہت لوگ اس کو عیب بھی نہیں سمجھتے اور اس کے مفاسد(۱) بہت زیادہ ہیں اس لیے اس وقت میں زیادہ تر اسی کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔

## اسراف کی ایک خرابی

صاحبو! اسراف کی بدولت بہت سے خاندان تباہ و برباد ہو گئے ہیں، میں نے ایسے بہت لوگ دیکھے ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد بڑے بڑے متمول تھے(۲)۔ لیکن یہ پریشان پھرتے ہیں میں نے دہلی میں تیموری خاندان کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ ان میں سے بعضوں کی تنخواہ بھی ہے مگر وہ روپے کو بہت زیادہ اڑاتے ہیں۔ اسی اسراف نے ان کو تباہ حال بنا رکھا ہے۔ ایک خرابی اسراف میں یہ ہے کہ ایسے لوگ جب ان کا کوئی مورث(۳) ہوتا ہے تو اسی اسراف کی گنجائش حاصل کرنے کے لیے دوسروں کا حق نہیں دیتے۔ چنانچہ ہمارے نواح(۴) میں ایسا ہوا کہ ایک شخص مالدار مرے اور ایک بیوی چھوڑی اور ایک بیٹی اور ایک دور کا عصبہ(۵) تو عصبہ کا حق دیتے ہوئے جی دکھتا تھا۔ چنانچہ ان بی نے عصبہ کا حق خوشی سے نہیں دیا اور نوبت

(۱) اس کی خرابیاں (۲) مال دار (۳) جس کا مال وراثت میں ان کو ملے (۴) ہمارے قریب کے علاقوں میں (۵) عصبہ وہ رشتہ دار جس میں عورت کا واسطہ نہ ہو۔

باعدالت پہنچی (۱) تب اس کا حق ملا اور اس سے بڑھ کر خرابی یہ ہونے لگی ہے کہ شریعت پر اعتراض کرنے لگے۔ ان بی بی کے ایک عزیز کہنے لگے کہ یہ بھی کوئی بات ہے کہ ایک عصبہ (۲) دور کا ہے۔ ساری عمر اس نے مورث (۳) کی صورت بھی نہیں دیکھی اور نہ کوئی خدمت کی اور مورث کے مرنے کے بعد بیوی سے زیادہ حصہ اس کا ہو گیا (۴)۔ میں نے کہا کہ بس زبان بند کرو۔ فرض کرو کہ تم اگر کسی نواب کے عصبہ ہو جاؤ اور عدالت فیصلہ کرے کہ شریعت کے موافق فرائض نکال کر ترکہ تقسیم کیا جائے اور تم کو معلوم ہو جائے کہ میرا حق دس بیس ہزار ہے۔ ہم تو جب جانے کے تم اپنا حق یہ کہہ کر چھوڑ دو کہ میں نے تو ساری عمر نواب صاحب کی کوئی خدمت بھی نہیں کی میرا حق نہ ہونا چاہیے۔ نہیں اس وقت آپ یہ فرمائیں گے کہ قربان جایئے شریعت کے کہ کتنی دور کا لحاظ کیا اور اس وقت اگر اس نواب کا کوئی وارث آپ سے وہی بات کہنے لگے جو آج تم دوسرے عصبہ کے بارے میں کہہ رہے ہو تو لڑنے مرنے پر تیار ہو جاؤ اور عدالت میں فرائض پر فرائض نکلوا کر داخل کرو۔ اسی طرح آج کل جو رشوت کا بازار گرم ہے وہ بھی اسی اسراف ہی کی بدولت ہے۔

## خرچ میں کفایت شعاری کی ضرورت

کیونکہ تنخواہ میں کفایت شعاری کر کے گزر کیا نہیں جاتا لمبے چوڑے خرچے اپنے ذمے بڑھا لیے ہیں جن کے لیے تنخواہ کافی نہیں ہوتی۔ اب خواہ مخواہ رشوت لینی پڑتی ہے۔ میں اکثر ان لوگوں کو کچھ نہیں کہتا ہوں جس کی تنخواہ دس روپے کی ہے اور خرچ بیس روپے کا ہے۔ اگرچہ جائز تو میں ان کے لیے بھی نہ کہوں گا اور ان سے بھی یہ کہہ سکتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے خرچ کو کم کرو۔ اگر وہ یہ کہیں یہ خرچ کم نہیں ہو سکتا بدوں رشوت کے گزارا مشکل ہے تو میں ان سے کہوں گا کہ اگر یہ صورت ہو کہ حاکم تم پر ایک چپڑاسی مسلط کر دے کہ جب یہ شخص رشوت لے فورا ہم کو اطلاع دو اور تم کو معلوم ہو جائے کہ حاکم نے میرے واسطے یہ انتظام کیا ہے تو اس وقت تم کیا کرو گے یقینا رشوت نہ لو گے

(۱) عدالتی کاروائی کی ضرورت پیش آئی (۲) دور کا رشتہ دار (۳) جس کا مال وراثت میں تقسیم ہو رہا ہے (۴) کیونکہ بیوی کو تو آٹھواں حصہ ملتا ہے اور عصبہ کو ذوی الفروض جن کے حصے شریعت میں مقرر ہیں وہ دینے کے بعد جو بچے عصبہ کو ملتا ہے جو کبھی آٹھویں حصہ سے زائد ہوتا ہے۔ مختلف علماء سے حصوں پر حصے نکلوا کر داخل کرو گے۔

اور جس طرح بن پڑے گا تنخواہ ہی میں گزار کرو گے۔ تو سن لو کہ اب بھی ایک نگران تم پر موجود ہے اور وہ احکم الحاکمین کا مسلط کیا ہوا ہے۔ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَٰفِظِينَ ﴿١٠﴾ كِرَامًا كَٰتِبِينَ ﴿١١﴾ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ﴿١٢﴾ تمہارے اوپر بزرگ فرشتے نگرانی کے واسطے مقرر کیے گئے ہیں۔ جو تمہارے سب اعمال کو جانتے اور لکھتے رہتے ہیں اور روزانہ تمہاری رپورٹ خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کرتے ہیں تو کس قدر افسوس ہے کہ ایک دنیوی حاکم کی نگرانی سے تو تمہارے سب حیلے بہانے ختم ہو جاتے ہیں اور رشوت سے تم ہاتھ روک لیتے ہو حالانکہ سارے خرچ اس وقت بھی موجود ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ کی نگرانی کے خوف سے تم کچھ نہیں کرتے اپنی حالت کی اصلاح نہیں کرتے اور اسی طرح حیلے بہانے کیے جاتے ہو تو یہ سوال بالکل بے ہودہ ہے کہ صاحب رشوت نہ لیں تو کیا کریں؟ اس کا ہمارے پاس وہی جواب ہے کہ وہ کرو جو حاکم کی نگرانی کے وقت کرتے ہو اسی طرح بعض لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ قرض نہ لو تو کہتے ہیں کہ بدوں [۱] قرضہ کے کام نہیں چلتا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کہیں سے قرضہ نہ ملے تو کیا کرو گے جو اس وقت کرو گے وہ آج ہی سے کر لو۔

## غیر ضروری اشیاء

غرض جن کی آمدنی کم ہے وہ یقیناً تو معذور نہیں ہیں۔ جیسا کہ ابھی معلوم ہوا مگر خیر وہ بظاہر معذور معلوم ہوتے ہیں۔ گو یہ عذر خدا تعالیٰ کے پاس نہ چل سکے گا لیکن جن کی تنخواہ اور آمدنی وافر ہے ان کو کیا ہوا وہ کس لیے رشوت لیتے ہیں؟ ان کے پاس تو کوئی بھی جواب نہیں بجز اس کے کہ وہ اسراف ہی کرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ رشوت کی بنا بھی اسراف ہی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ صاحب ضرورت پڑتی ہے جبھی تو رشوت لیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ضرورت کی حقیقت ہی آپ نے نہیں سمجھی۔ سنیے ضرورت وہ ہے جس کے بدوں ضرر [۲] اور تکلیف ہونے لگے۔ اب اس قاعدہ کو پیش نظر رکھ کر دیکھیے کہ ضرورت کی چیزیں کتنی ہیں آپ اپنے اسباب [۳] کا جائزہ لیجیے تو بہت سی چیزیں آپ کو ایسی ملیں گی جن کے ہونے کی آپ کو خبر بھی نہ ہوگی۔ تو بھلا اس کو کون ضرورت

(۱) بغیر قرض لیے (۲) جس کے بغیر نقصان ہو اور تکلیف ہو (۳) سامان۔

مان لے گا کہ ایسی چیزوں سے گھر بھر رکھا ہے جن کی بابت یہ بھی معلوم نہیں کہ ہماری ملک میں بھی ہیں یا نہیں؟ حضرت ضرورت کی چیزیں آپ کو بہت کم ملیں گی اور باقی سارا گھر غیر ضروریات سے بھرا ہوا ملے گا۔ خوب کہا ہے:

حرص قانع نیست صائب ورنہ اسباب معاش
آنچہ مادر کارداریم اکثرے درکار نیست

’’حرص کی وجہ سے قناعت نہیں ورنہ اسباب معاش جو ہمارے پاس موجود ہیں ان میں سے اکثر ایسے ہیں جن کی ضرورت نہیں ہے۔ ۱۲۔ص‘‘۔

مجھے سفر کے وقت اکثر یہ خیال آیا کرتا ہے کہ اے نفس ضرورت کی چیزیں تو بس اتنی ہیں جتنی اس وقت سفر میں ساتھ ہیں کہ دو چار کپڑوں کے جوڑے ہیں بستر اور لوٹا ہاتھ میں ہے۔ اب مجھے سفر کیے ہوئے دو ماہ ہوئے ہیں۔ ان چیزوں کی کچھ بھی ضرورت نہیں ہوئی جو گھر میں بھری ہوئی ہیں۔ بلکہ سفر میں بھی بعض چیزیں جو غیر ضروری معلوم ہوئیں تو گھر بھیج دی گئیں اور مجھ کو تو اس پر بھی شرم آتی ہے کہ الہ آباد سے بعض زائد چیزیں وطن واپس کر دی گئیں لیکن میں کیا کروں میں تو بہت بچنا چاہتا ہوں کہ زیادہ بکھیڑا جمع نہ ہو۔ مگر حق تعالیٰ میرے پاس بہت کچھ بھیجتے ہیں میرے دوست احباب کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں وہ بہت سی چیزیں بھیج دیتے ہیں جن کو واپس کرتا ہوں تو ان کا دل برا ہوتا ہے لیکن میں اکثر اپنی مملوک چیزوں کا جائزہ لیتا ہوں اور غیر ضروری اشیاء کو نکالتا رہتا ہوں مگر میرا مطلب نہیں کہ اگر گھر میں کوئی چیز زیادہ ہو تو اس کو نکال کر پھینک دو بلکہ مقصود یہ ہے کہ اگر کوئی چیز اپنے پاس نہ ہو تو خدا کو ناراض کر کے مت لو بس تم اسی پر نفس سے صلح کر لو۔ یہ تم تو کر نہ سکو گے کہ ضرورت سے زیادہ کوئی چیز نہ رکھو مگر یہ کیا ستم ہے کہ خدا کو ناراض کر کے فضولیات سے گھر بھر لو۔ ایک صاحب فخر کر کے کہتے تھے کہ میرے کوٹ کا کپڑا تو چار روپے کا ہے مگر سلائی کے سولہ روپے دیے، کیوں؟ اس لیے کہ فیشن ہے تو ایسے فیشن ہی کی کیا ضرورت ہے؟ شعر گفتن چہ ضرور۔ ترجمہ شعر کہنا کیا ضرور ہے یعنی فیشن کی کیا ضرورت ہے؟ ۱۲ص۔ اس پر مجھے یاد آیا کہ فائق نے غالب کے پاس اپنی غزل بھیجی تھی۔ ایک شعر میں آپ نے لفظ ید کو مشدد کر دیا اور حاشیہ پر لکھ دیا

کہ بضرورت شعر ایسا کیا گیا ہے۔ غالب بڑا مسخرہ تھا اس نے جواب میں دو شعر لکھے جس میں بہت سے مخففات کو مشدد کیا۔

چہ خوش گفت فائق شاعر غرا  کہ کس ہمچو من ذہن رسّا نباشد

''فائق شاعر نے کیا اچھا کہا کہ میری مثل کوئی شخص ذہن رسا نہیں۔ ۱۲ص''

چو مقام ضرورت شعر افتد  تشدید جائز چرانباشد

''مقام ضرورت میں شعر کا اتفاق ہو تو تشدید کس کے لیے جائز نہ ہوگی''۔

ہے تو ہنسی کی حکایت مگر اس نے ثابت کر دیا کہ شعر گفتن چہ ضرور (۱) جب شعر میں الفاظ بگڑتے ہوں تو ایسا شعر ہی کہنا کون سا فرض ہے؟ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ ایسے فیشن ہی کی کیا ضرورت ہے جس سے چار روپے کے کپڑے کی سلائی سولہ روپے دینے پڑے۔ خواہ مخواہ روپیہ برباد کرنا ہے۔ وہی مثل ہوگئی کہ دمڑی کی گڑیا ٹکا سر منڈائی کا (۲)۔ اب تو لوگ فیشن کو ایسا ضروری سمجھتے ہیں کہ چاہے کتنی ہی تکلیف ہو مگر فیشن کو نہیں چھوڑتے۔ ایک صاحب کہتے تھے کہ میں نے ریل میں ایک غریب آدمی کو دیکھا کہ سردی کے موسم میں صرف ایک گبرون کا کوٹ پہنے ہوئے تھے۔ اور جینٹل مین بنے ہوئے سفر کر رہے تھے۔ رضائی ساتھ لینا تو ان کو عار (۳) ہے جس کے لیے پرانے بزرگوں کا قول ہے۔

میفگن گول گرچہ عارآیدت  کہ ہنگام سرمابکار آیدت

''گدڑی کو مت پھینکو اگرچہ تم کو عار ہی معلوم ہو اس لیے کہ وہ موسم سرما میں تمہارے کام آئے گی''۱۲ص۔

غرض ان کے پاس اوڑھنے کے لیے کوئی کپڑا نہ تھا اور سردی میں ان کا برا حال تھا مگر بہادری کی وجہ سے ظاہر نہ کرتے تھے۔ یہ تو تھا ہی اوپر سے یہ غضب ہوا کہ ایک اسٹیشن پر گاڑی ٹھہری تو کسی انگریز نے برف والے سے برف کا پانی مانگا۔ ان حضرت کو بھی تقلید کی سوجھی تو آپ نے بھی برف کا پانی لے کر پیا۔ اس کے بعد جو ان کو سردی لگی ہے تو برا حال تھا، تھر تھر کانپنے لگے، آخر مجھے رحم آیا تو میں نے اپنی رضائی ان کو دی اس کو اوڑھ کر ان کے حواس درست ہوئے۔

(۱) شعر کہنے ہی کی کیا ضرورت ہے (۲) کسی شئے کی قیمت سے زیادہ روپیہ خرچ کرنا یعنی گڑیا کی قیمت تو ایک دمڑی ہے اس کے سر منڈانے کے لیے دو پیسے دینے پڑتے ہیں (۳) باعث شرمندگی۔

## سفر میں ضروری سامان کی حاجت

ایک اور حکایت مجھ سے ایک مولوی صاحب نے بیان فرمائی ہے جو بہاولپور ریاست میں ملازم ہیں وہ کہتے تھے کہ میں بہاولپور سے وطن کو چلا چونکہ لمبا سفر اور گرمی کا موسم تھا اس لیے میرے ساتھ صراحی وغیرہ پانی کے چند برتن تھے جن میں اسٹیشن سے پانی بھروالیا تھا۔ جس گاڑی میں جا کر بیٹھا اس میں ایک صاحب جنٹلمین بھی سوار تھے یہ لوگ عموماً پانی کا برتن ساتھ نہیں رکھتے بس بیک بینی ودو گوش (۱)۔ ایک ناک اور دو کان یعنی بدوں سامان ضروری کے سفر کرتے ہیں۔ وہ صراحی کو دیکھ کر ان سے کہنے لگے کہ یہ کیا برتن ہے جیسے بھنگیوں کا برتن ہوتا ہے۔ میں خاموش ہو رہا، تھوڑی دیر میں ان صاحب کو بھی پیاس لگی مگر شرم کے مارے مجھ سے پانی نہ مانگ سکتے تھے کیونکہ تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ صراحی کو بھنگیوں کا برتن کہہ چکے تھے لیکن پیاس کی وجہ سے بار بار صراحی کو تکتے تھے اور اس کے منتظر تھے کہ یہ سو جائے تو ہم پانی پئیں۔ میں بھی سمجھ گیا کہ ان کا یہ ارادہ ہے تو میں نے قصداً آنکھیں بند کر لیں اور اپنے کو سوتا ہوا بنا لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ان میں سے وہ صاحب تختہ پر سے اتر کر صراحی کے پاس آئے اور اس کو منہ لگا کر لگے پانی پینے میں خاموش پڑا رہا جب وہ پانی پی چکے اور اٹھنے لگے میں نے فوراً ہاتھ پکڑ لیا کہ کیوں صاحب آپ نے بھنگیوں کے برتن میں سے پانی کیوں پیا؟ آپ کو شرم و غیرت نہ آئی کہ ابھی تو آپ نے اس برتن پر اعتراض کیا تھا پھر خود ہی اس برتن کو منہ لگا کر پانی پی لیا۔ بس میرا یہ کہنا تھا کہ ان پر گھڑوں پانی پڑ گیا(۲)۔ اور اب میں نے ان کو خوب ہی سنانا شروع کیا کہ بھلے مانس اتنا بھی فیشن پر عاشق نہ ہونا چاہیے کہ اگر کسی نے صراحی رکھ لی تو یہ کیا برائی ہے؟ اب تو آپ کو اس کی قدر معلوم ہوئی مگر انہوں نے گردن تک نہ اٹھائی پھر جو یہ معلوم ہوا کہ میں بہاولپور ریاست مدرسہ کا پروفیسر ہوں پھر تو وہ بہت معافی چاہنے لگے کیونکہ ذرا معزز مولوی کے سامنے یہ لوگ بہت لجھتے ہیں۔ ایسے ویسے کو یہ کچھ بھی نہیں سمجھتے۔ بس اس کی وجہ کیا تھی وجہ اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ انگریز صراحی نہیں رکھتے اس لیے وہ انگریزی فیشن کے خلاف ہونے کی وجہ سے بری ہے۔ انا للہ

(۱) بغیر ساز و سامان کے (۲) بہت شرمندہ ہوئے۔

## لارڈ ڈفرن کا اسلامی وضع کو پسند کرنا

مولوی عبدالجبار صاحب بردوانی لارڈ ڈفرن سے جب ملے ہیں تو وہ کہتے تھے میں عبا وغیرہ پہن کر ان سے ملنے گیا تھا تو وہ کہتے تھے کہ لارڈ صاحب نے میری عبا کا دامن پکڑا اور کہا کہ مولوی صاحب اس لباس میں آپ شہزادے معلوم ہوتے ہیں اور یہ بھی کہا کہ مولوی صاحب ہم تو اپنی قومی وضع سے مجبور ہیں مگر آپ کی قوم کو کیا ہوا کہ وہ اپنی راحت کی وضع کو چھوڑ کر ہماری وضع اختیار کرتے ہیں۔ میں نے لوٹ کر الہ آباد میں ایک وعظ میں کہا کہ جنٹلمینو! تمہارے لارڈ صاحب کا فتوی تو قابل تقلید ہے۔ اب لارڈ صاحب ہی کے فتوے سے اس انگریزی وضع کو چھوڑ دو۔ تو حقیقت یہ ہے کہ لوگ انگریزی وضع اس خیال سے اختیار کرتے ہیں کہ اس سے کچھ ہماری عزت ہوگی مگر اس سے انگریزوں کی نظر میں اور ذلت ہوتی ہے۔ انگریز بھی اسی کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو اپنی اسلامی وضع میں ان سے ملے۔ پھر انگریزی وضع میں سراسر تکلیف کے سوا راحت کچھ بھی نہیں۔ آدمی اس میں سر سے پیر تک بندھ جاتا ہے۔ دیکھیے مسلمانوں کی وضع بھی گو ایک مخصوص وضع ہے مثلاً کرتہ پاجامہ، ٹوپی، عمامہ، عبا وغیرہ مگر ان میں سے لازم ملزوم ایک بھی نہیں۔ کسی وقت چاہے تو پجامہ کی جگہ لنگی بھی باندھ سکتے ہیں اور دوسرا لباس بحالہ رہے لیکن اگر کسی فیشن ایبل کا پتلون خراب ہو جائے تو ان سے کبھی ممکن نہیں کہ وہ کوٹ کے ساتھ لنگی باندھ سکیں۔ غرض سر سے پیر تک وہ لوگ مقید ہیں پھر وہ آزاد کدھر سے ہیں آزاد تو وہ ہے جو شریعت پر عمل کرے وہ کہہ سکتا ہے

اے خوشا سرو کہ از بندغم آزاد آمد زیر بارند درختاں کہ ثمرہا دارند

''جو درخت کہ پھل رکھتے ہیں وہی زیر بار ہیں۔ سرو کی خوش نصیبی کہ وہ بندغم سے آزاد ہے یعنی جو لوگ فیشن کے دلدادہ ہیں وہ بڑی تکلیف میں ہیں۔ شریعت پر عمل کرنے والا اچھا کہ ان تمام قیود سے آزاد ہے'' ۱۲ ص۔

اور باوجود اس بے قیدی کے اس میں ایک دلربائی اور دلفریبی بھی ہوتی ہے اسی کی نسبت کہتے ہیں۔

## نو تعلیم حضرات کا جدید زیور

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند　　　　دلبر ماست کہ باحسن خداداد آمد

’’خودرو پودے زیور سے آراستہ ہیں ہمارے محبوب میں خداداد حسن ہے‘‘

زیور بستند پر مجھے یاد آیا کہ ایک بی بی نے عجیب بات کہی کہ ان نوتعلیم یافتہ لوگوں نے عورتوں سے تو زیور چھڑا دیا۔ چنانچہ جینٹل مین لوگ اپنی عورتوں کو تاکید کرتے ہیں کہ میموں کی طرح بوچے کان (۱) رکھو۔ نا بالی ہونہ (۲) پتہ کچھ زیور نہ ہو اور سفید کپڑے پہنو عورتوں سے تو زیور چھڑا دیا مگر اپنے لیے زیور تجویز کر لیا۔ دیکھیے ہمارا جھومر اتار کر اپنے لیے جھومر تجویز کیا کہ ترکی ٹوپی میں پھندنا لگاتے ہیں (۳)۔ اور ہمارا اگلو بند اتار کر اپنے لیے ایک طوق تجویز کیا یعنی کالر اور اپنے لیے کف تجویز کیے اور ہماری پہنچیاں (۴) اتروا کر اپنے پہنچے پر گھڑی باندھتے ہیں۔ اور اپنے لیے پیر کا زیور تجویز کیا کہ بائیسکل چلاتے وقت پاجامہ کی حفاظت کے لیے ایک لوہا باندھتے ہیں۔ کہنے لگیں کہ اچھا انصاف کیا عورتوں کو مرد بنا دیا اور خود عورت بننے لگے کہ خود عورتوں کی طرح مانگ پٹی بھی کرتے ہیں اور زیور بھی اپنے لیے طرح طرح کے تجویز کرتے ہیں اور عورتوں کو مرد بنانا چاہتے ہیں۔

## مستورات کا جوہر

چنانچہ ہمارے نوجوان بھائی اس کی بھی فکر میں ہیں کہ عورتوں کا پردہ ٹوٹ جائے لیکن واللہ اگر پردہ ٹوٹ گیا تو وہ خرابیاں پیدا ہوں گی کہ پھر سر پکڑ کر روئیں گے۔ چنانچہ بعضے بے پردہ لوگوں میں ایسے واقعات رات دن ہوتے ہیں مگر ان کو تو شرم وحیا نہ ہوگی۔ مگر آپ کے یہاں تو شرم حیا کی بھی تعلیم ہے۔ فحش باتوں سے روکا گیا ہے۔ آپ پردہ توڑ کر کیوں کر چین سے بیٹھ سکتے ہیں۔ پھر آپ پچھتائیں گے مگر اس وقت پچھتانا فضول ہوگا۔ آپ اس وقت ہزار کوشش کریں گے کہ پردہ کرائیں مگر پھر نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ اس وقت تو عورتوں کے لیے پردہ طبیعت ثانیہ ہو گیا ہے۔ ان کو دنیا کی خبر ہی نہیں

---

(۱) کان خالی رکھو اس میں کوئی زیور نہ پہنو (۲) کان میں پہننے کے زیور (۳) دھاگے یا ریشم کا پھول یا گچھہ جو تسبیح یا ٹوپی میں زینت کے لیے لگایا جاتا ہے (۴) ہاتھوں میں پہننے کا زیور۔

آزادی کی ہوا ان کو لگی ہی نہیں اس لیے وہ بسہولت پردہ کی پابندی کرسکتی ہیں۔ مگر آزادی کی ہوا چند دن کھا کر پھر پردہ میں بیٹھنا ان کو محال ہوگا۔ اب تو ہمارے بزرگوں نے ان کے دلوں میں یہ رچا دیا(۱) ہے کہ عورت کی عزت پردہ ہی میں ہے۔ اس لیے وہ خوشی کے ساتھ اس قید کو گوارا کرتی ہیں لیکن اگر یہ تعلیم ان کے دلوں سے نکال دی گئی اور یہ سمجھا دیا گیا کہ عزت اسی میں ہے کہ باہر پھرو تو پھر وہ قیامت تک پردہ کی مصیبت کو برداشت نہ کریں گی۔ صاحبو! عورتوں کا جوہر یہی ہے کہ ان کو اپنے گھر کے سوا دنیا کی کچھ بھی خبر نہ ہو۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نیک عورتوں کی تعریف فرماتے ہیں "الغافلات المومنات" بھولی بھالی مسلمان عورتیں لوگ ان کو معذور اور اپاہج خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ آدمی گھر کی چار دیواری میں قید رہے۔ مگر دیکھیے خدا تعالیٰ ان کے غافل اور بے خبر ہونے کو مدح کے موقع میں بیان فرماتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ بے خبری اسی وقت رہ سکتی ہے جب تک کہ وہ پردہ میں مقید ہیں۔ پردہ سے نکل کر تو وہ دنیا بھر سے خبردار ہوجائیں گی۔ اس پر مجھ کو بھائی کا مقولہ یاد آتا ہے۔ جب بعضی خاندان کی عورتوں نے ان سے کہا کہ بھلا دنیا میں یوں بھی کہیں ہوتا ہے تو انہوں نے کہا تم کیا جانو کہ دنیا کیا چیز ہے بس میرا گھر دیکھ لیا بھائی کا گھر دیکھ لیا یہ دنیا ہوگئی تو واقعی ان کو دنیا کی کیا خبر ہے۔

## آج کل کے فیشن میں قید ہی قید ہے

غرض وہ بی بی کہنے لگی کہ آج کل کے مردوں نے ہمارا زیور اتروا کر اپنے لیے یہ زیور نکالے واقعی عجیب نکتہ نکالا۔ مجھ کو یہ مضمون اس پر یاد آیا کہ آج کل کے فیشن میں سر سے پیر تک قید ہی قید ہے اور اسلامی وضع میں نہایت آزادی ہے کبھی لنگی باندھ لی کبھی پاجامہ پہن لیا اور اس طرز میں علاوہ آزادی کے دل فریبی اور سادگی بھی بہت ہے۔ وہ دل فریبی یہ ہے کہ جس کو متنبی کہتا ہے

حسن الحضارة مجلوب بنظرية　　　وفی البداوة حسن غير مجلوب

شہر والوں کا حسن بناؤ سنگار سے حاصل ہوتا ہے اور دیہاتیوں میں قدرتی حسن

---

(۱) یہ بسا دیا ہے۔

ہے جو بناؤ سنگار سے حاصل نہیں کیا جاتا۔ واقعی بات ہے کہ شہر میں تو بناؤ سنگار کا حسن ہے اور دیہات والوں میں سادگی کا حسن ہے اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ان فیشن والے لوگوں میں دور سے حسن معلوم ہوتا ہے اور پاس سے برے معلوم ہوتے ہیں اور سادہ وضع والے ایسے ہوتے ہیں کہ قریب سے دیکھیے تو ان میں اور زیادہ حسن معلوم ہوتا ہے بشرطیکہ وہ نظافت اور صفائی کے ساتھ رہیں۔ اور بعض لوگ ایسے ہی کہ وہ بین بین ہوتے ہیں ''لاالی ھولاء ولاالی ھولاء'' نہ ادھر نہ ادھر۔ ۱۲ ص۔ یعنی وہ کچھ تو پرانی وضع رکھتے ہیں اور کچھ نئی وضع رکھتے ہیں یہ سب سے برے بعض لوگ لنگی باندھ کر اوپر سے ترکی ٹوپی پہنتے ہیں یہ تو بہت ہی برے معلوم ہوتے ہیں۔ غرض فیشن کوئی چیز نہیں ہے اس بلا کو سر سے ٹالنا چاہیے۔ بس راحت کے اعتبار سے وہی پرانی وضع اچھی ہے۔
کانپور میں ایک صاحب مجھ سے ملنے آئے۔ میں مسجد میں بیٹھا پڑھا رہا تھا۔ اب بجائے اس کے کہ وہ میرے پاس آئیں باہر کھڑے رہے۔ کیونکہ سر سے پیر تک جکڑے ہوئے تھے۔ آئیں تو کس طرح آئیں؟ جوتا ہی اتارتے ہوئے گھنٹے لگتے اس کے منتظر رہے کہ میں ان کے پاس جاؤں مگر مجھے کیا ضرورت تھی۔ غرض بہت دیر تک کھڑے رہ کر تنگ ہو کر چلے گئے اور میری شکایت کی کہ مجھ کو دیکھ لیا اور آئے نہیں اسی طرح میرے پاس ایک ایسے شخص آئے کہ جکڑے ہوئے تھے میں اس وقت مدرسہ میں تھا میرے پاس تک پہنچ گئے مگر بیٹھیں کس طرح اور میں کرسیاں ان کے واسطے کہاں سے منگاؤں۔ اور اگر فرش پر بٹھلاؤں تو ان کو بیٹھنا مشکل بس بھد سے گر پڑے کہ ہاتھ کہیں پیر کہیں خیر یہ بھی بہت غنیمت ہے کہ یہ لوگ کبھی کبھی ہم طالب علموں سے ملنے تو آ جاتے ہیں۔ گو ہم ان کا احترام نہ کر سکیں اور میں اپنی جماعت کو اکثر یہ بھی مشورہ دیتا ہوں کہ ایسے لوگ آئیں تو ان سے سختی نہ کریں کیونکہ ان لوگوں سے دین کی طرف اتنی توجہ بھی غنیمت ہے۔ اور میں تو واللہ اس وقت بھی ذکر کرتے ہوئے شرماتا ہوں مگر کیا کروں اس فیشن اور اسراف کی بدولت اتنا ذکر آ گیا اور جن صاحب نے میری شکایت کی تھی کہ میں مولوی صاحب سے ملنے گیا تھا انہوں نے بات تک نہ پوچھی۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ میں تو کوٹ پتلون میں مقید تھا اس لیے

اندر نہ جا سکا مگر وہ بھی میرے پاس نہ آئے میں نے سن کر کہا کہ میں بھی مقید تھا میں اس وقت حدیث پڑھا رہا تھا میں کیوں کر آتا، حدیث کو چھوڑ کر اٹھنا بے ادبی تھی۔

گر دو صد زنجیر آری بگسلم غیر زلف آں نگار مقلبم

بجز اس محبوب کی زلف کے جو ہمارے روبرو ہیں اگر دو سو زنجیریں بھی لاؤ تو ان کو توڑ ڈالیں یعنی محبوب کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف ہرگز توجہ نہ کریں گے۔ ۱۲ ص۔

تمہیں غیروں سے کب فرصت ہم اپنے غم سے کب خالی
چلو بس ہو چکا ملنا نہ ہم خالی نہ تم خالی

جن سے انہوں نے شکایت کی تھی انہوں نے ان سے کہا کہ تم کو ایسی حالت میں جانا نہ چاہیے تھا تو اس فیشن کی وجہ سے یہ قباحتیں ہوتی ہیں اور ایک غضب اور بھی ہے کہ ایسے لوگ لباس خود نہیں پہن سکتے۔ ایک نوکر کرتہ پہنانے کو چاہیے ایک کرتہ اتارنے کو چاہیے غرض پوری طرح مجبور و مقید ہوتے ہیں۔

## جدید فیشنوں میں اسراف کثیر

ایک صاحب جب بریلی میں اپنا دماغی علاج کرانے آئے تھے اور میری قیام گاہ کے سامنے کے کمرہ میں ٹھہرے تھے۔ طبیبوں کو ان کے اصطلاحی مرض پر رحم آتا تھا اور مجھے ان کے حقیقی مرض پر رحم آتا تھا کہ وہ ہر وقت ہر حالت کے مناسب لباس ہی بدلتے رہتے تھے اور اس مصیبت کی وجہ سے کئی روز تک وہ مجھ سے نہ مل سکے۔ کئی روز کے بعد ملے اور ذرا سادہ لباس میں ملے کہنے لگے کہ میرا جی بہت چاہتا تھا کہ آپ سے ملوں مگر فرصت نہیں ہوئی۔ میں نے کہا کہ واقعی میں بھی دیکھتا تھا کہ ہر وقت آپ پریشانی میں مبتلا تھے۔ خیر ان سب مصائب کو تو گوارا کر لیا جائے مگر اس کو کیوں کر گوارا کیا جائے کہ اس فیشن کی بدولت مسلمانوں کا روپیہ بہت ضائع ہوتا ہے اور میں مولویوں کو بھی کہتا ہوں کہ یہ سادہ پنے میں بھی بہت اسراف کرتے ہیں۔ مثلاً کپڑا تو بنایا پرانی ہی وضع کا مگر بنایا بہت قیمتی تو یہ بھی اسراف میں مبتلا ہے کیونکہ انہوں نے قیمتی کپڑے کی ہوس میں خدا کے مال کو اڑایا اور بعض لباس مولویوں میں بھی ایسے رائج ہو گئے ہیں جو ضرورت

سے زیادہ ہیں مثلاً بہت سے لوگ صدری پہنتے ہیں۔ میری سمجھ میں آج تک اس لباس کی کوئی حکمت نہیں آئی۔ اکثر دوستوں سے پوچھا کرتا ہوں کہ تم نے صدری کیوں پہنی کسی نے آج تک مجھے اس کا سبب زینت کے سوا کچھ نہیں بتلایا۔ ایک طالب علم صدری(۱) پہن کر میرے پاس آئے میں نے پوچھا صدری کیوں پہنی کہنے لگے کہ کرتہ پھٹا ہوا ہے اس میں سے کمر نظر آتی ہے میں نے کہا کہ اچھا صدری کو کرتہ کے نیچے پہن لو اب بھی کمر نظر نہ آئے گی۔ کچھ نہیں یہ محض ایک تاویل تھی اور اصل وجہ وہی زینت ہے بعضے گھڑی وغیرہ رکھنے کے لیے صدری پہنتے ہیں مگر اس کا بھی علاج آسان یہ ہے کہ کرتا میں اندر جیب لگوالی جائے یا صدری ہی نیچے پہن لی جائے مگر اس صورت میں زینت تو نہ ہوگی اور بعضے صدری میں بھی یہ غضب کرتے ہیں کہ آگے پیچھے دو قسم کا کپڑا لگاتے ہیں جیسے جنٹلمینوں کی عادت ہے سو طالب علموں کو کیا ہوا کہ وہ انگریزی خانوں کی وضع اختیار کرتے ہیں۔

## لباس میں اسراف

حدیث میں ہے جس شخص میں جو صفت نہ ہو اس کو ظاہر کرنے والا ایسا ہے جیسے دو کپڑے جھوٹ کے پہننے والا اس کی ایک تفسیر تو ظاہر ہے کہ اس نے دو کپڑے یعنی لنگی چادر جھوٹ کی پہن لیئے یعنی سراسر جھوٹ ہو گیا اور ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ کپڑا تو ایک ہو مگر معلوم دو ہوتے ہوں۔ جیسے اس میں دوسرے کپڑے کا ایسے طور پر جوڑ لگایا جس سے یہ دھوکہ ہوتا ہو کہ شاید دو کپڑے پہنے ہیں لیکن اگر کپڑا اتروا کر دیکھو تو نیچے کچھ بھی نہیں۔ اتروا کر دیکھنے پر یاد آیا کہ ایک منشی عمامہ(۲) خراب باندھتے تھے اور دوسرے منشی اچھا باندھتے تھے۔ حاکم نے ایک روز ان سے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ تم خراب عمامہ باندھتے ہو۔ آخر یہ دوسرے منشی بھی ہیں دیکھو یہ کیسا عمامہ باندھتے ہیں ان منشی صاحب نے کہا کہ حضور یہ لوگ اپنی بیبیوں سے بندھوا آتے ہیں اور میں خود اپنے ہاتھوں سے باندھتا ہوں۔ اس وجہ سے ان کے عمامے خوبصورت بندھے ہوئے نظر آتے ہیں اور اگر

(۱) واسکٹ (۲) پگڑی۔

آپ کو میرا اعتبار نہ آئے تو سب کو حکم دیجیے کہ اپنے عمامے کھول کر آپ کے سامنے باندھیں۔ چنانچہ حاکم نے سب کے عمامے کھلوا کر حکم دیا کہ ہمارے سامنے باندھو دوسرے منشی اس کے عادی تھے کہ سامنے آئینہ رکھ کر عمامہ باندھتے اور بار بار اس کو کھولتے درست کرتے تھے۔اس وقت چونکہ آئینہ ان کے سامنے نہ تھا اس لیے ویسا نہ باندھ سکے جیسا کہ روزانہ باندھ کر آیا کرتے تھے اور پہلے منشی نے اپنا عمامہ کھول کر ویسا ہی باندھ لیا جیسا کہ ہمیشہ باندھتے تھے۔ اس وقت آئینہ دیکھنے والوں کو بڑی خفت ہوئی۔حاکم نے کہا منشی سچ کہتا ہے کہ تم لوگ اپنی بیبیوں سے عمامے بندھوا کر آتے ہو تو جو لوگ تکلف کرتے ہیں کبھی ان کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔سو ایک صورت یہ بھی ثَوْبَیْ زُوْرٍ (دو کپڑے جھوٹ کے۔ ۱۲ ص) میں داخل ہے کہ صدری آگے سے اور طرح کی اور پیچھے سے اور طرح کی یہ بھی ان لوگوں سے کہہ رہا ہوں جو کہ پرانی وضع کے پابند ہیں اور پھر ان تکلفات اور خرافات میں مبتلا ہیں تو اب ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ فضول خرچی لباس میں کس کس طرح سے ہوتی ہے اور یہ سب اسراف ہی میں داخل ہے جس سے بچنا چاہیے اور فضول خرچی کچھ لباس کے ساتھ مخصوص نہیں۔ دوسری اشیاء میں بھی ہوتی ہے مثلاً برتن وغیرہ برتنے کے آلات بعض لوگ شیشے اور چینی کے خریدتے ہیں۔ان میں تمام روپیہ برباد ہوتا ہے اگر ایک شخص پانچ سو روپے کماتا ہے تو مشکل سے پچاس روپے اس کے کام آتے ہیں اور باقی سب یوں ہی برباد ہو جاتے ہیں کہ آج شیشے کے برتن خریدے جا رہے ہیں کل چینی کی رکابیاں آ رہی ہیں۔ بھلا شیشے کے برتن میں کھانے کی کیا ضرورت ہے سب سے اچھا برتن تانبے کا ہے کہ اگر ٹوٹ بھی جائے تو آدھی قیمت تو وصول ہو سکتی ہے اور چینی اور شیشے کے برتن جہاں ٹوٹے اسی وقت سارا روپیہ مٹی میں مل جاتا ہے اور آج کل ایک نئی چیز اور نکلی ہے تام چینی وہ تو نہایت ہی مہمل ہے۔خصوصاً جہاں اس کا روغن اترا پھر تو اس میں کھانا خراب ہو جاتا ہے اور اس کے علاوہ آج کل عجیب عجیب قسم کے کھیل نکلے ہیں کہ ان میں بھی مسلمانوں کا روپیہ بہت ضائع ہوتا ہے کہ پیسہ کی چیز اور چار آنہ قیمت بھلا ان فضولیات میں روپیہ ضائع کرنا کون سی عقلمندی ہے۔ یورپ والوں نے ان خرافات کے ذریعہ سے ہندوستانیوں کا روپیہ خوب کھینچا ہے

اور یہ ہندوستانی ایسے بے وقوف ہیں کہ ان کو روپیہ کا درد ہی نہیں ہے۔ اور میں زیادہ شکایت ان لوگوں کی کرتا ہوں جن کے پاس وسعت (۱) کم ہے اور وہ قرض ادھار کر کے مصیبت میں پھنستے ہیں۔ بس اجمالا تو میں نے بتا دیا کہ مسلمان آج کل کس قدر اسراف (۲) میں مبتلا ہیں اور اس کی بدولت وہ کس مصیبت میں گرفتار ہیں کہ خاندان کے خاندان تباہ ہو گئے۔ اب یہ دیکھنا چاہیے کہ اسراف کی حقیقت کیا ہے اور اس کے درجے کس قدر ہیں کیونکہ اسراف کے مدارج مختلف ہیں۔ پس میرے بیان پر اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ کیا سب کے سب گاڑھے (۳) کا کپڑا پہنا کریں تو وہ شبہ اسراف کے مدارج سننے کے بعد رفع ہو جائے گا۔

## اسراف کی حد حقیقی

اسراف کی حد حقیقی تو یہ ہے کہ (التجاوز علی الحدالشرعی) حد شرعی سے آگے بڑھنا اس تعریف سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اسراف مال ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ سب کو عام ہے یعنی غیر اموال میں بھی اسراف ہوتا ہے مگر میں اس وقت اسراف فی الاموال (مالوں میں فضول خرچی کرنا۔ ۱۲ ص) ہی کو بیان کر رہا ہوں تو شریعت کی حد سے تجاوز کرنا یہ ہے اسراف مگر جب تک شریعت کی حدود معلوم نہ ہوں اس وقت تک اس کی پوری حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک کپڑا میں پہنوں تو میں مسرف (فضول خرچ۔ ۱۲ ص) اور نواب رام پور پہنے تو وہ مسرف نہیں۔ مثلاً دس روپے گز کا کپڑا پہننا نواب صاحب کے لیے اسراف نہیں کیونکہ ان کے نزدیک دس روپے کی حقیقت اتنی ہے جتنی ہمارے نزدیک دس کوڑیوں کی ہے تو ایک اسراف تو ایسا ہے جو ہر شخص کی حالت اور حیثیت اور وسعت کے تابع ہے اور ایک اسراف وہ ہے جو کسی کی حیثیت کا تابع نہیں۔ دوسری عبارت یوں سمجھیے کہ ایک اسراف عام ہے جو ہر شخص کے لیے اسراف ہے اور ایک اسراف خاص ہے کہ وہ بعضوں کے حق میں اسراف ہے۔ اور بعضوں کے حق میں اسراف نہیں۔ اسراف عام تو یہ ہے کہ جس چیز کی شریعت میں صریح ممانعت ہر مسلمان کے لیے آئی ہو اس کا مرتکب ہونا مثلا مرد کے لیے چار انگل سے زیادہ ریشمی

(۱) گنجائش (۲) فضول خرچی (۳) کھدر کا موٹا چھوٹا۔

کپڑا جائز نہیں یا اتنا نیچا پجامہ جس سے ٹخنے ڈھک جائیں مرد کے لیے حرام ہے۔ اس کی صریح ممانعت آ گئی ہے اس کا ارتکاب ایک نواب بھی کرے گا تو وہ مسرف ہے اور غریب تو بدرجہ اولی، ہاں چار انگل کی ریشم مرد کو بھی جائز ہے اور اگر اس سے زیادہ ہو لیکن اس میں فرجات ہوں یا تانا بانا میں یہ اختلاف ہو کہ تانا ریشم اور بانا سوت (۱) ہو وہ بھی جائز ہے۔ اس کے علاوہ نہیں اور یہاں ایک نکتہ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے اس کو بھی سمجھ لینا چاہیے اول اجمالاً یوں سمجھ لیجئے کہ ریشم کی تھوڑی سی اجازت شریعت نے اس لیے دی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ ہماری امت میں نواب بھی ہوں گے وہ ریشم پہننا چاہیں گے۔ اگر اس میں بالکل تنگی کی گئی تو وہ حرام کے مرتکب ہوں گے اس لیے اس قدر گنجائش رکھ دی گئی مگر علت کا مقتضا یہ ہے کہ تھوڑا سا ریشم پہننا مباح ہے اور کوئی ثواب اس پر نہ ملے گا۔

## صاحب ہدایہ کا عجیب نکتہ

لیکن صاحب ہدایہ نے جو نقطہ لکھا ہے وہ ایسا ہے کہ اگر اس سے کام لیا جائے تو کسی قدر ریشم پہننا طاعت بھی ہو جائے گا اور اس نیت سے ریشم پہننے پر ثواب ملے گا۔ چنانچہ فرماتے ہیں لیکون انموذجا لحریر الجنہ یعنی قدر قلیل حریر کی اجازت اس لیے دی گئی تا کہ اس کو دیکھ کر حریر جنت یاد آئے اور اس کی تحصیل کی کوشش کریں۔ اب اگر کوئی اس نیت کو کام میں لائے اور ریشم کا استعمال حریر جنت کا نمونہ سمجھ کر کرے اس کو ضرور اس نیت پر ثواب ملے گا۔ سو واقعی صاحب ہدایہ نے کیسا عجیب نکتہ بیان فرمایا جس سے ایک مباح کو طاعت بنانے کا طریقہ بتلا دیا پھر یہ نکتہ حریر (۲) ہی کے ساتھ خاص نہیں اس سے تمام نعمتوں میں کام لیا جا سکتا ہے۔ آپ ایک لذیذ کھانا اپنی حیثیت کے موافق کھائیں تو اس کا کھانا صرف مباح ہے اور اس حیثیت سے کھائیں کہ یہ نعماء جنت (۳) کا نمونہ ہے اس سے آخرت کی طرف رغبت ہوتی ہے تو اس میں ثواب بھی ملے گا حقیقت میں فقہاء اور صوفیہ حکماء امت ہیں اور آج کل چاہے کوئی کتنا پڑھ لے مگر وہ بات کہاں سے لاوے گا جو ان حضرات میں تھی۔ خوب کہا ہے

(۱) کپڑے کی بنائی ایسی ہو کہ ایک طرف کا دھاگہ ریشمی دوسری طرف کا سوتی (۲) ریشم ہی کے ساتھ خاص نہیں (۳) جنت کی نعمت کا نمونہ ہے۔

شاہد آں نیست کہ موی و میانے دارد بندہ طلعت آں باش کہ آنے دارد
محبوب وہ نہیں جس کے بال عمدہ کمر پتلی ہو بلکہ محبوب وہ ہے جو ایک آن اور ادا رکھتا ہو جو محبوب اور دلکش ہوتی ہے۔ ۱۲ص۔ اور یہ کہ

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند
جو شخص بھی چہرہ کو برافروختہ کر لے انہیں لازم ہے کہ اس میں دلبری کی شان ہو جیسے جو شخص بھی آئینہ بنانا جانتا ہو ضروری نہیں کہ سکندری بھی جانتا ہو۔ ۱۲ص۔

ہزار نکتہ باریک تر زمو ایں جاست نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند
سر منڈوانے سے قلندر نہیں ہوتا بلکہ اس جگہ ہزاروں نکتے بال سے زیادہ باریک ہیں۔

## محقق کی شان

یہ بات نہیں کہ جو کوئی کتابیں پڑھ لے وہ محقق ہو جائے اور خدا تعالیٰ نے اس امت میں ہر زمانے کے اندر محقق پیدا کیے ہیں ان کی یہ شان ہوئی ہے کہ کتابیں پڑھنے والے ان کے برابر نہیں ہو سکتے، نہ کوئی ان کے ساتھ مزاحمت کر سکتا ہے اور وہ وہاں پہنچتے ہیں جہاں کوئی نہیں پہنچتا اسی کو کہتے ہیں۔

بینی اندر خود علوم انبیاء بے کتاب و بے معین و استاد
بلا واسطہ کتاب و معین و استاد اپنے اندر انبیاء جیسے علوم پاؤ گے۔ کہ نہ ان کو استاد کی ضرورت ہے نہ کتاب کی مگر علوم کا دریا بلا واسطہ قلب پر موجزن ہے۔ لوگ غزالی اور رازی کو یاد کرتے ہیں مگر آج بھی غزالی اور رازی موجود ہیں لیکن لوگ ان کی قدر نہیں کرتے حالانکہ ان کی قدر زیادہ کرنی چاہیے کیونکہ جتنا نفع ہم کو ان سے ہو سکتا ہے غزالی اور رازی سے ہم کو نہیں ہو سکتا۔

## حضرت مولانا گنگوہیؒ کی شیخ سے محبت

حضرت مولانا گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ اگر ایک مجلس میں جنید بغدادی اور ہمارے حضرت حاجی صاحب مجتمع (۱) ہوں تو ہم تو جنید بغدادی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی

(۱) دونوں موجود ہوں۔

نہ دیکھیں بس ہم تو حاجی صاحب ہی کو دیکھتے رہیں گے۔ ہاں حاجی صاحب اگر چاہیں تو حضرت جنید بغدادی کی طرف دیکھیں وہ ان کے لیے جنید ہو سکتے ہیں ہمارے جنید تو حاجی صاحب ہی ہیں۔ صاحبو! قدردان لوگ ایسے ہوتے ہیں مگر آج کل ایسا مذاق بگڑا ہے کہ اپنے زمانے کے مشائخ وعلماء کی لوگ قدر نہیں کرتے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بعض لوگ تو عوام کے عالم ہوتے ہیں عوام کو ان سے ہی نفع پہنچ سکتا ہے اور بعضے لوگ خواص کے ہیں ان سے خواص ہی کو نفع ہوسکتا ہے عوام کو نہیں ہوسکتا تو جنید اور غزالی سے عوام کو نفع کم ہوتا ہے کیونکہ وہ ان کو سمجھ نہیں سکتے۔ ہاں خواص کو ان سے نفع ہوتا ہے پس عوام کو تو اپنے زمانے کے مشائخ سے منتفع (۱) ہونا چاہیے۔ اور وہ مشائخ جنید اور غزالی کے علوم سے نفع حاصل کریں۔ غرض اس نظر سے اگر کوئی ریشم پہنے گا اس کو ثواب ملے گا۔ حضرت حاجی صاحب بھی بعض بزرگوں کے خوش ذائقہ اور لذیذ غذائیں کھانے کا یہی نکتہ بیان فرمایا کرتے تھے کیونکہ بعض بزرگ بہت اچھا کھاتے پہنتے ہیں جس سے ظاہر بینوں کو شبہ ہو جاتا ہے کہ یہ کیسے بزرگ ہیں یہ تو بڑے عیش میں رہتے ہیں کہ دنیا دار بھی ایسی عیش میں نہیں۔

## حضرت غوث اعظمؒ کا لذیذ کھانوں کے استعمال کا سبب

حضرت غوث الاعظمؒ کی خدمت میں ایک بڑھیا نے اپنے لڑکے کو سپرد کیا کہ حضرت اس کو بھی اللہ کا راستہ بتا دو۔ حضرت نے اس کو حمام کی خدمت سپرد کی اور دونوں وقت جو کی ایک موٹی روٹی اس کو ملا کرتی تھی۔ ایک دن بڑھیا اپنے لڑکے کو دیکھنے آئی دیکھا کہ جو کی روٹی روکھی کھا رہا ہے اور حضرت غوث الاعظمؒ کو دیکھا کہ مرغ کا پلاؤ کھا رہے ہیں وہ بڑھیا کہنے لگی کہ حضرت کیا انصاف ہے کہ آپ خود تو مرغے کھا رہے ہیں اور میرے بیٹے کو جو کی روٹی ملتی ہے۔ حضرت نے مرغ کی سب ہڈیاں جمع کر کے فرمایا قم باذن اللہ (اللہ کے حکم سے ) کھڑا ہو جا۔ آپ کی دعا سے وہ مرغ زندہ صحیح وسالم کھڑا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ بڑی بی جس دن تیرا بیٹا اس قابل ہو جائے گا اس وقت وہ بھی مرغے کھایا کرے گا باقی ابھی تو وہ جو کی روٹی ہی کے قابل ہے۔ یہ جواب اس بڑھیا کی فہم کے موافق تھا (۲)

(۱) نفع اٹھانا چاہئے (۲) عقل وسمجھ کے مطابق تھا۔

ورنہ حقیقی جواب یہ تھا کہ جو ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ نے دیا ہے کہ حضرت غوث اعظمؒ جو لزیذ کھانے کھاتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کو اس میں نعماء جنت کا عکس نظر آتا تھا اور صاحب ہدایہ کا یہ نکتہ محض نکتہ ہی نہیں بلکہ اس کی اصل اس سے نکلتی ہے کہ قرآن شریف میں جابجا ذکر ہے کہ جنت میں سونے چاندی کے زیور اور انار انگور وغیرہ کے پھل ملیں گے۔ اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ دنیا کے انگور و انار میں اور آخرت کے انگور و انار میں صرف نام کا اشتراک ہے اور یہ محض نمونہ ہیں آخرت کی نعمتوں کا ورنہ اس کی حقیقت اور ہے اور اس کی حقیقت اور ہے مگر ان ناموں سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کہ ان کی مناسبت سے ان کی رغبت ہو۔

## حضرات عارفین کے لذائذ (۱) کے استعمال میں نیت

خلاصہ یہ کہ اس کھانے میں دو حیثیتیں ہیں ایک یہ کہ وہ اس عالم (۲) کی چیز ہے دوسرے یہ کہ وہ اس عالم (۳) کی چیز ہے۔ یعنی وہاں کے کھانے کا نمونہ ہے تو پہلی حیثیت سے استعمال کرنا مباح اور دوسری حیثیت سے استعمال کرنا طاعت اور موجب ثواب ہے اور ایک صورت میں پہلی حیثیت سے استعمال کرنا بھی ثواب ہے وہ یہ کہ اس وجہ سے ان کو استعمال کرے کہ ہم ان کے محتاج ہیں ان کے استعمال کرنے سے ہماری احتیاج ظاہر ہوتی ہے تو اس صورت میں تمام نعمتیں اس عالم کے جز ہونے کے اعتبار سے بھی مطلوب ہیں اور حضرات عارفین کو اسی طرح اپنے نفس کے اندر بھی دو اعتبار نظر آتے ہیں ایک یہ کہ وہ ہمارا نفس ہے اس جہت سے وہ اس کی خدمت نہیں کرتے دوسرے یہ کہ وہ خدا کی چیز ہے سرکاری مشین ہے اس جہت سے ان کو اپنے نفس سے بھی محبت ہوتی ہے اور اسی جہت سے وہ اس کی خدمت بہت کرتے ہیں۔

## نفس کا حق

ایک بزرگ شاہ جہاں کے پاس بیٹھے تھے۔ ذرا دیوار جھکی تو فوراً ہٹ گئے بادشاہ بھی بعد میں ہٹے تو ان سے شکایت کی کہ آپ کو اپنی جان کی فکر پڑ گئی میرا کچھ

(۱) عمدہ کھانوں کے استعمال میں (۲) دنیا کی (۳) آخرت کی۔

خیال نہ ہوا فرمایا کہ واقعی یہی بات ہے کیونکہ تم مرجاتے تمہارا بیٹا تمہاری جگہ کام کرتا مگر میں مرجاتا تو میری جگہ کون دین کا کام کرتا۔ غرض یہ حضرات اس لیے اپنی جان کی قدر کرتے ہیں کہ وہ سرکاری چیز ہے اور سرکاری چیز کی نگہبانی اور قدر لازم ہے۔ اگر کوئی شخص سر میں تیل اس لیے لگائے کہ یہ سرکاری مشین ہے اگر اس کو تیل نہ دوں گا خراب ہو جائے گی پھر سرکار ناراض ہوں گے تو اس کو تیل لگانے میں بھی ثواب ہے اور اگر محض یہ نیت ہے کہ مجھے اس سے آرام ملے گا اس نیت سے ثواب نہ ملے گا اور اسی نسبت پر اس حدیث کو محمول کر سکتے ہیں ''ان لنفسك عليك حقا ان لعينك حقا ''(۱) (یعنی تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے)۔ یعنی یہ سب چیزیں خدا تعالیٰ کی ہیں تمہارے پاس بطور امانت کے ہیں ان کا حق ادا کرنا تمہارے ذمہ خدا نے فرض کیا ہے تو خدا کی چیز سمجھ کر ان کا حق ادا کرو۔ اس صورت میں تم کو سونے میں کھانے میں بھی ثواب ملے گا اسی مضمون کو کسی نے نظم کیا ہے

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است رفتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

''اپنی آنکھوں کی وجہ سے مجھ کو ناز ہے کہ انہوں نے آپ کے جمال کو دیکھا ہے اور اپنے قدموں سے مجھ کو محبت ہے کہ انہوں نے آپ کے کوچہ کا شرف حاصل کیا ہے''۔

ہر دم ہزار بوسہ زنم دست خویش را کو دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

''یعنی ہر دم اپنے ہاتھ کو ہزاروں بوسے دیتا ہوں اس لیے کہ اس نے محبوب کا دامن پکڑ کر اس کو میری طرف کھینچا ہے''۔

## چار انگشت حریر کا استعمال جائز ہے

یعنی چونکہ ان ہاتھوں پیروں سے خدا کی اطاعت کے کام ہوئے ہیں اور اس اطاعت سے قرب الٰہی میسر ہوا ہے اس حیثیت سے ان کو اپنی جان کے ساتھ اپنے اعضاء کے ساتھ بھی محبت ہوتی ہے اور خدا کی تمام نعمتوں کو بھی وہ اسی حیثیت سے محبوب رکھتے ہیں۔ اس لیے یہاں تھوڑا سا حریر(۱) جائز کر دیا جس کی مقدار شریعت نے چار

(۱) مسند احمد ۶/ ۲۶۸، المستدرک الحاکم: ۴/ ۶۰ (۱) تھوڑا سا ریشم کا استعمال۔

انگشت رکھی ہے اس سے زیادہ خود کے لیے بھی ناجائز ہے اور بچوں کو پہنانا بھی ناجائز ہے ہاں لڑکیوں کے لیے جائز ہے۔ غرض ایک اسراف (۱) تو یہ ہے کہ ایسا لباس پہنا جائے جس کو شریعت نے صراحتاً حرام کیا ہے اس پر بعض لوگ شبہ کرتے ہیں کہ اس کی کیا وجہ کہ بھاگلپوری ٹسر (۲) جو کہ کم قیمت ہے وہ تو ناجائز ہے اور اونی کپڑے بعض بڑے قیمتی ہیں وہ جائز ہیں۔ اس شبہ کا منشا ہے کہ ان لوگوں نے اپنی طرف سے یہ ایک بات تراش لی کے ریشم زیادہ قیمت ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوا حالانکہ یہ وجہ نہیں ہے اور نہ ہمارے ذمے یہ واجب ہے کہ اس کی وجہ بیان کریں کہ شریعت نے ریشم کیوں حرام کیا، ہمارا مذہب تو یہ ہونا چاہیے کہ

زبان تازہ کردن با قرار تو نینگیختن علت ازکار تو

زبان سے اقرار کرنا چاہیے کوئی علت تلاش نہ کرنی چاہیے۔

## دین میں شبہات پیدا ہونے کا سبب

ہم کو احکام شرعیہ کی تعمیل محض اس وجہ سے کرنی چاہیے کہ خدا کا حکم ہے۔ علت دریافت کرنے کے درپے نہ ہونا چاہیے۔ صاحبو! حکام کے لیے گورنمنٹ کا یہ قانون ہے کہ پھل وغیرہ ڈالی میں لینا رشوت نہیں اگرچہ وہ دس بیس روپے کی قیمت کے ہوں اور ایک روپیہ لینا رشوت ہے آخر یہ کیا بات ہے؟ یہاں آپ کو شبہ کیوں نہیں ہوتا آپ کہیں گے کہ ضابطہ یہی ہے تو میں بھی کہوں گا کہ ضابطہ وہی ہے کہ ریشم نہ پہنو اور اونی کپڑا پہن سکتے ہو اگرچہ رِیشم کی قیمت کم ہو اور اون کی زیادہ۔ میں نہایت افسوس کے ساتھ پھر کہوں گا کہ ہمارے بھائی دین میں آ کر بھولے ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اس کی نظائر دنیوی قوانین میں رات دن وہ مشاہدہ (۳) کرتے ہیں مگر وہاں کسی کو شبہ نہیں ہوتا سارے شبہات دین ہی میں پیدا ہوتے ہیں۔ واقعی بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہم کو مفت میں مل گیا اس کے لیے کچھ رقم صرف کرنی نہیں پڑی اس کی قدر نہیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے لیے کم از کم مڈل پاس کرنا

(۱) فضول خرچی (۲) بھاگل پور کا ریشمی کپڑا (۳) دیکھتے ہیں۔

بھی ضروری ہوتا یا مولوی ہونے کی شرط ہوتی تب قدر ہوتی اب تو مفت میں لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اور آغوش (۱) میں پہنچ گئے۔ مسلمان ہو گئے اب شریعت کے احکام کی کیا قدر ہو تو جو چیز سستی ملتی ہے اس کی یہ حالت ہوتی ہے۔

ہر کہ او ارزاں خرد ارزاں دہد　　گو ہر طفلے بقرص نان دہد

''جو شخص کسی چیز کو ارزاں لیتا ہے وہ ارزاں دیتا ہے اس کی قدر نہیں کرتا چنانچہ بچہ نادان قیمتی موتی کو ایک قرص (روئی کے ٹکڑے کے عوض) نان کے عوض میں دے دیتا ہے'' ۱۲۔ص۔

اس پر گویا حق تعالیٰ کی طرف سے شکایت ہو سکتی ہے کہ ہم نے اتنی بڑی دولت تم کو مفت دے دی تھی مگر تم نے اس کی یہ ناقدری کی کہ دنیاوی قوانین سے بھی اس کی وقعت کم کر دی اسی کو فرماتے ہیں۔

اے گراں جاں خوارستی مرا　　زانکہ بس ارزاں خرید ستی مرا

''اے کاہل تو نے مجھ کو بے قدر سمجھ رکھا ہے وجہ یہ ہے کہ میں تجھ کو مفت مل گیا ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مفت مل گئے ہیں اس لیے آپ کے احکام کی قدر نہیں کی جاتی'' ۱۲۔ص۔

## مفت کی قدر نہیں ہوتی

حضرت ابراہیم بن ادھم کے سامنے جب کوئی فکر و فاقہ کی شکایت کرتا تو آپ بڑے خفا ہوتے اور فرماتے کہ میاں اس کی قدر ہم سے پوچھو کہ سلطنت بلخ دے (۲) کر ہم نے اس کو مول لیا ہے۔ تم کو گھر بیٹھے یہ دولت مل گئی ہے اس لیے اس کی ناقدری کرتے ہو اسی طرح ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر نہیں ہے جبھی تو احکام شرعیہ میں یہ مین میخ (۳) نکالے جاتے ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تو کچھ پوچھ نہیں سکتے کہ آپ نے ایسے احکام کیوں مقرر فرمائے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو شان ہے۔

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند　　آنچہ استاد ازل گفت بگو میگویم

یعنی میں اپنی طرف سے با اختیار خود کوئی بات نہیں کہتا بلکہ جو کچھ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ کہو وہی کہتا ہوں ۱۲ ص۔ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٣﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴿٤﴾

---

(۱) امتی بن گئے (۲) بلخ کی بادشاہت دے کر خریدا ہے (۳) شرعی احکام میں اشکالات ہوتے ہیں۔

آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ حق تعالیٰ کا حکم ہے اس لیے آپ سے پوچھنے کا تو کسی کو کچھ حق نہیں"۔

## علماء سے اسرار و علل احکام دریافت کرنا مناسب نہیں

ہاں اللہ میاں بہت جلد ملیں گے خواہ خوش ہو کر یا ناراض ہو کر اس وقت پوچھ لینا۔ جیسے دلی میں ایک دیہاتی گیا تھا اور وہ بادشاہ کے درشن (۱) کرنا چاہتا تھا ایک شخص نے اس کو یہ تدبیر بتلائی کہ تو کسی جرم کا ارتکاب کر لے سپاہی تجھے پکڑ کر بادشاہ کے پاس پہنچا دیں گے چنانچہ اس بیوقوف نے ایسا ہی کیا کہ کسی بھلے مانس آدمی کے چار جوتے لگا دیئے۔ بس اب کیا تھا ہتک عزت کا مقدمہ اس پر دائر ہو گیا اور شاہی عدالت میں حاضر کیا گیا بادشاہ کے درشن تو ہو گئے مگر اس صورت سے کہ آپ مجرم تھے اور بادشاہ ناراض۔ اسی طرح حق تعالیٰ سے ملنا ہر ایک کو نصیب ہوگا مگر بعضے وہاں پر مجرم بنا کر پیش کیے جاویں گے تو اس وقت اللہ میاں سے پوچھ لینا کہ یہ کیا بات تھی کہ چار روپے گز کی اچکن (۲) تو آپ نے حلال کی تھی اور بھاگلپوری ٹسر (۳) ایک روپے گز کا حرام۔ اول تو وہاں پوچھنے ہی کی گنجائش نہیں لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ یعنی اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتے ہیں ان سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا اور اوروں سے باز پرس کی جا سکتی ہے۔ ۱۲ ص۔ اور اگر بالفرض کسی نے پوچھ بھی لیا تو حقیقی جواب وہیں سے ملے گا اور ایسا جواب ملے گا کہ بس پوری تسلی ہو جائے گی۔ لوگ خواہ مخواہ علماء کو پریشان کرتے ہیں ان سے احکام کی علل (علتیں۔ ۱۲ ص) دریافت کرتے ہیں۔ علماء کیا واضع (۴) قانون ہیں۔ ان کو علت کی کیا خبر اور خبر بھی ہو تو اس کا بتلانا ان کے ذمے کدھر سے واجب ہے ان کی مثال تو محض وکیل جیسی ہے وکیل کے ذمے قانون کا بیان کرنا ہے علل کا بتلانا اس کے ذمے نہیں تو علماء سے علت پوچھنے کی کسی کو گنجائش نہیں اور اگر علت معلوم کرنے کا ایسا ہی شوق ہے اور محقق بننا چاہتے ہو تو آؤ حدیث و فقہ پڑھو۔ احیاء العلوم وغیرہ پڑھو۔ پھر ان شاء اللہ بعض احکام کے اسرار بھی معلوم ہو جائیں گے اور تم کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ عوام کے سامنے احکام کے اسرار و علل کا بیان کرنا مناسب نہیں اس سے ان کو ضرر (۵) ہوتا ہے مگر کبھی بہت ہی ضرورت ہو تو خیر علماء کو بیان کر دینا مضائقہ بھی نہیں۔ مگر ان کا سوال پھر بھی مضر ہے۔

---

(۱) دیکھنا چاہتا تھا (۲) خوبصورت کپڑا کڑھائی والا (۳) ریشم (۴) قانون بنانے والے (۵) نقصان

## حریر کی خاصیت

غرض کم قیمت زیادہ قیمت ہونے پر حرمت حریر کا مدار نہیں۔ خود حریر(۱) کی خاصیت اس کو مقتضی ہے کہ وہ حرام ہو اور اسی خاصیت کا ہم کو علم ہونا ضروری نہیں شارع کو معلوم ہونا کافی ہے تو ایک تو حد شرعی یہ ہے کہ خود وہ شے ممنوع ہو۔ دوسرا حکم شرعی یہ ہے کہ بعض دفعہ کسی عارض کی وجہ سے لباس کے ساتھ ممانعت متعلق ہو جاتی ہے مثلاً اہل باطل کے ساتھ تشبہ (۲) ہونے سے بھی بعضے لباس حرام ہو جاتے ہیں۔ ایک عارض یہ ہے کہ لباس فی نفسہ اسلامی ہو اور کپڑا بھی ریشم کا نہ ہو نہ ٹخنوں سے نیچا ہو۔ ظاہر میں بالکل شریعت کے موافق ہو لیکن نیت اچھی نہیں۔

## امتیاز شان کی نیت شرعاً کبر ہے

مثلاً علماء کی وضع کوئی شخص اس نیت سے اختیار کرے کہ ذرا شان امتیاز پیدا ہو گی تو یہ بھی حرام ہے کیونکہ منشاء اس کا یہ ہے کہ امتیاز شان اور ترفع (۳) حاصل ہو اور یہ منشاء شرعاً کبر میں داخل ہے اور یہ مرض عورتوں میں بھی بہت زیادہ ہے کپڑا خریدنے میں اکثر ان کی نیت اچھی نہیں ہوتی۔ سردیوں میں رضائی کی چھینٹ خریدتی ہیں تو کوشش یہ ہوتی ہے کہ ایسی چھینٹ ہو کے محلہ بھر میں ویسی نہ نکلے۔ ہمارے ہاں ایک بڑی بی ہیں وہ ہر کپڑا دو برس کا خریدتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اگلے سال ایسا کپڑا ملے یا نہ ملے اگر نہ ملے گا تو میں کچھ دنوں تک تو عمدہ کپڑا پہن لوں گی اور منشاء وہی ہے کہ چار بیبیوں میں میرا لباس ممتاز نظر آئے گا۔ عورتوں کو اس کا بڑا خبط ہوتا ہے دو وجہ سے ایک تو یہ کہ عورتیں عقل کم رکھتی ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ کم عقل آدمی کو بڑائی کا دعوی بہت ہوتا ہے اگر عقل ہو تو جس کمال میں آپ اپنے کو بڑا سمجھیں گے اسی میں بہت سے نقص بھی معلوم ہوں گے۔ اس لیے عاقل کو دعوی کمال کم ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ تکلف اور بناؤ سنگار کی رغبت اس شخص کو ہوتی ہے جس میں کمال نہ ہو کیونکہ عزت تو ہر شخص کو محبوب ہے لیکن جس کے پاس کمال ہوتا ہے وہ تو اس عزت پر مطمئن رہتا ہے جو اس کو کمال کی بدولت

(۱) ریشم (۲) مشابہت کی وجہ سے (۳) بلند مرتبہ۔

حاصل ہے بلکہ یوں کہیے کہ اس پر اپنے کمال کا نشہ ایسا سوار ہوتا ہے کہ تکلفات کی طرف اس کو التفات (۱) بھی نہیں ہوتا۔ چنانچہ کیمیا والوں کو دیکھا ہوگا کہ ان کی ظاہری حالت بہت شکستہ ہوتی ہے اور جس کے پاس کمال نہیں ہوتا اس کو وہ عزت تو حاصل نہیں اس وجہ سے وہ دوسرے اسباب سے اپنی عزت بڑھانے کے لیے کوشش اور تکلف کرتا ہے۔ چنانچہ عورتوں میں کمال تو ہوتا نہیں اس لیے وہ تکلف اور بناؤ سنگار کی فکر میں رات دن رہتی ہیں اور غضب یہ ہے کہ بچیوں تک میں یہ خیالات ہوتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ بچپن ہی سے ان کو زیور میں لاد دیا جاتا ہے۔

## چھوٹی بچیوں کو زیورات پہنانے کی قباحتیں (۲)

میں نے اکثر بچیوں کو دیکھا ہے کہ ان کو تکلف اور تصنع (۳) کا بہت شوق ہوتا ہے۔ سر سے پیر تک بڑی عورتوں کی طرح زیور میں لدی ہوئی ہیں۔ افسوس ہے کہ بچپن ہی سے نشونما خراب ہو جاتی ہے اور زیادہ افسوس یہ ہے کہ اس کی تعلیم اور اصلاح کی طرف توجہ نہیں کی جاتی بلکہ اور اس کی تائید کی جاتی ہے۔ دوسرے جب ہر وقت ان کے ہاتھ پیروں میں زیور چھن چھن ہوگا تو اخلاق پر بھی اس کا ضرور اثر ہوگا۔ ہمارے یہاں ایک گاؤں کی لڑکی تھی اس کی پھوپھی نے اس کو جھانوریاں (۴) پہنا دی تھیں۔ بس جھانوریاں پیروں میں کیا پڑی کہ اس نے اینٹھنا (۵) شروع کر دیا حتی کہ ایک بار ایسا ہوا کہ ہم عمر لڑکیوں سے وہ رتبہ میں کم تھی ان کے سرہانے بیٹھنا چاہتی اور سرانے جگہ نہ تھی تو وہ کھڑی رہی اور پائنتیں پر نہیں بیٹھی اس کی پھوپھی کہنے لگی کہ جانے اس کو کیا ہو گیا ہے یہ تو اینٹھ گئی۔ میں نے کہا کہ جھانوریاں اس کے پیروں سے نکال دو سیدھی ہو جائے گی آخر نکال دی گئی تو فوراً ٹھیک ہو گئیں۔ تو زیور کا یہ اثر ہوتا ہے اخلاق پر پھر ان کو زیور سے علاقہ ہو جاتا ہے۔ ہمیشہ کے لیے اسی کی دھن اور فکر لگ جاتی ہے اس لیے میری رائے یہ ہے کہ جب تک لڑکی پردہ میں نہ بیٹھ جائے اس وقت تک اس کو ہرگز زیور نہ پہناؤ اور ویسے بھی باہر پھرنے والی بچی کو زیور پہنانا نہایت خطرناک ہے۔ یہ اس کے ساتھ محبت نہیں بلکہ اس

(۱) توجہ (۲) خرابیاں (۳) بناوٹ (۴) پیروں میں بجتا زیور پہنا دیا (۵) اکڑنا۔

کی جان کے ساتھ عداوت ہے ہمارے ہاں ایک آٹھ نو برس کی لڑکی عید کے روز زیور پہن کر گھر سے نکلی۔ مرد سب عید گاہ چلے گئے تھے کسی نے اس کو ایک کھنڈر میں لے جا کر تمام زیور اتار لیا اور غنیمت ہوا کہ اس کا گلا نہیں گھونٹ دیا ورنہ ایسے واقعات بھی ہوئے ہیں تو بچیوں کو زیور پہنانا نہ چاہیے۔ اس میں علاوہ اخلاق خراب کرنے کے ان کی جان کو بھی خطرہ میں ڈالنا ہے ہاں اگر شوق ہو تو اس وقت پہناؤ جب وہ پردہ میں بیٹھ جائیں۔

## سات برس کی بچی کو پردہ کی عادت ڈالنا مناسب ہے

اور پردہ کا وقت جو میں نے سمجھا ہے وہ سات برس کا سن (۱) ہے۔ میں نے نواب ڈھاکہ کے جواب میں بھی یہی کہا تھا اور یہ وقت میں نے اس حدیث سے سمجھا ”مرواصبیانکم بالصلاہ اذابلغواسبعًا“ (۲) کہ اپنے بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم سات برس کی عمر سے کرو۔ اس سے اتنا معلوم ہوا کہ بچوں کو احکام شرعیہ کی عادت سات برس کی عمر سے ڈالنا شروع کرو اور یہ پردہ بھی حکم شرعی ہے اور اس کا بلوغ سے پہلے ہی شروع کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ اول تو لڑکیاں بلوغ سے پہلے ہی مشتہات (۳) ہو جاتی ہیں دوسرے بلوغ سے پہلے اس کے لیے بھی وہی سن مناسب ہے جو کہ نماز کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز کیا ہے تو اس سے میں سمجھا کہ سات برس کی بچی کو پردہ کی عادت ڈالنی چاہیے۔ اب جب وہ پردہ میں بیٹھ جائے اس کو زیور پہناؤ تو اس کے اخلاق پر برا اثر نہ ہوگا کیونکہ بچپن کی جو عمر ہوتی ہے اس میں جو کچھ جمنا ہوتا ہے جم چکتا ہے۔ حرص، قناعت، تکبر، تواضع جو کچھ بھی جمنا ہوتا ہے چار پانچ برس کی عمر ہی میں جم چکتا ہے۔ تو سات برس کی عمر تک جب وہ بغیر زیور کے رہی ہے تو اس کے بعد اس کو زیور سے ضرر نہ ہوگا اور چونکہ اب پردہ میں رہتی ہے اس لیے اور کسی قسم کا بھی اندیشہ نہیں تو عورتوں کو چونکہ ابتداء سے زیور کا شوق ہوتا ہے اس لیے جب کبھی دو چار کو ایک جگہ بیٹھے دیکھا تو یا تو شادی بیاہ کے تذکرے یا زیور کی تول جھونک (۴) یا گوٹہ ٹھپہ (۵) کی تعریف و مذمت اسی قصہ میں ہمیشہ دیکھا ہم کو تو ان چیزوں کے نام بھی یاد نہیں۔ کبھی گوکھرو (۶) دکھلاتی

---

(۱) سات سال کی عمر (۲) مسند احمد ۱۸۰/ ۲، حلیۃ الاولیاء ۳۶/ ۱۰ (۳) قابل شہوت (۴) زیور کے متعلق پوچھ کچھ کتنے تولہ کا ہے (۵) کپڑے پر بنے ہوئے کام کی تعریف یا برائی (۶) ایک کانٹا جو سر گوشہ (تین کونے والا) ہوتا ہے۔

اچھا بھی ہے یا نہیں؟ کوئی پیمک (۱) اور بانکڑی (۲) کے لیے صلاح لیتی ہیں۔ جب ان کی محفل جمتی ہے اس میں بھی باتیں ہوتی ہیں ایسا کبھی نہیں دیکھا کہ چار عورتیں جمع ہوکر دین کا تذکرہ کرتی ہوں۔ میں نے بعضی عورتوں سے پوچھا کہ سچ سچ بتاؤ تم کو اس وقت اللہ میاں بھی یاد آتے ہیں۔ افسوس خدا تعالیٰ کی یاد جو کہ اس شعر کی مصداق ہے

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی          شاید کہ نگاہ کند آگاہ نباشی (۳)

## حق تعالیٰ کی خاص عنایت کی گھڑی

اس کی تو ایسی بے قدری کے ذرا بھی اس کا اہتمام اور خیال نہیں اور زیور کا اتنا خیال ہے کہ کسی وقت دل سے اترتا ہی نہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ "ان لربکم نفحات في الدهر الافتعر ضوالها" (۴) کہ دن رات میں کسی وقت حق تعالیٰ کی خاص عنایات ہوتی ہیں۔ ان کے لیے تم کو آمادہ رہنا چاہیے۔ اسی مضمون کو شعر گزشتہ میں نظم کیا گیا ہے کہ حق تعالیٰ سے ایک پل بھر بھی غافل نہ ہونا چاہیے ممکن ہے کہ کسی وقت وہ تم پر توجہ فرمائیں اور تم بے خبر ہو سو غفلت اور بے خبری میں ظاہر ہے کہ وہ الطاف و عنایات تمہارے حال پر نہ ہوں گی۔

## شادی بیاہ میں اسراف

صاحبو! آپ نے دیکھا ہوگا کہ شادیوں میں پیسوں کا نچھاور (۵) ہوتا ہے جس کو بھنگی وغیرہ لوٹتے ہیں۔ تو وہ لوگ اس کے لیے ہر دم کیسے آمادہ رہتے ہیں کہ نچھاور کرنے والے کے ہاتھوں ہی کو تکتے رہتے ہیں تو دولت پائیدار کے لیے تو اس سے زیادہ آمادہ رہنا چاہیے۔ افسوس ہم کو خدا تعالیٰ کی خاص عنایات کی اتنی بھی قدر نہیں اور ہم ان کے لیے کچھ بھی آمادہ نہیں ہوتے۔ اور فضولیات میں اپنے وقت کو ضائع کرتے رہتے ہیں اور خیر اگر یہ بھی نہ ہو کہ ہر دم متوجہ رہیں تو غفلت کے اسباب کو تو جمع نہ کرنا چاہیے خدا نے اگر دیا ہے تو کھاؤ پہنو۔ مگر جیسا بھی مل گیا ویسا پہن لیا اس کی کیا ضرورت ہے کہ سارے

---

(۱) سنہرا گوٹا جو انگرکھوں اور ٹوپیوں میں لگاتے ہیں (۲) ایک قسم کی لیس جو کنکھجورے کی طرح ہوتی ہے (۳) "یعنی اس محبوب حقیقی سے یک چشم زدن کے لیے غافل نہ ہو ممکن ہے کہ کسی وقت تم پر توجہ فرمائیں اور تم بے خبر ہو" ۱۲ ص (۴) (مجمع الزوائد ۲۳۱/۱۰، کنز العمال: ۲۱۳۲۴) (۵) بکھیرے جاتے ہیں۔

محلے کی صلاح لیتے پھرو کے بہن یہ کپڑا کیسا ہے یہ چھینٹ اچھی وضع کی بھی ہے یا نہیں۔ ارے بھائی جو تمہارے من کو بھاوے بس وہی اچھی ہے مگر عورتوں کو اس کا خبط ہوتا ہے کہ ایسا کپڑا پہنیں گی جس پر چار بیبیوں کی نگاہیں پڑیں۔

حیف باشد دل دانا کہ مشوش باشد

یعنی اس دانا کے دل پر افسوس ہے کہ پریشان رہتا ہے۔ ۱۲ص

## شوہر کے رشوت لینے کا سبب

پھر غضب یہ کہ سارے اچھے اچھے کپڑے سی پرو کر ٹانک کر صندوق میں رکھ دیئے جاتے ہیں گھر میں شوہر کے سامنے ان کا استعمال نہیں ہوتا خیر اگر وہ شوہر کے لیے ایسا کرتی تب بھی جواز کی حد میں یہ سب زینت و آرائش اور تکلف وغیرہ آ سکتا کیونکہ شوہر کے لیے بناؤ سنگار و زینت و آرائش کرنا مسنون اور موجب ثواب ہے مگر شوہروں کے سامنے تو یہ عورتیں بھنگیوں کی طرح خراب وخستہ حال میں رہتی ہیں اور جب کہیں جاتی ہیں تو نوابزادی اور بیگم بن کر جاتی ہیں پھر غضب یہ کہ وہاں جا کر یہ بھی تو نہیں ہوتا کہ چین سے بیٹھ جاویں اسی پر اکتفا نہیں کرتی بلکہ وہاں جا کر ہر ایک کو دیکھتی ہیں کہ کس کا زیور کیسا اور کس کا لباس کیسا ہے اور پھر آ کر خاوند سے یہ فرمائش ہوتی ہے کہ فلانی کے پاس تو ایسا سامان ہے ہمارے پاس بھی ویسا ہی ہونا چاہیے آخر شوہر رشوت لینے پر مجبور ہوتے ہیں۔

## بناؤ سنگھار کا انجام

چرتھاول میں ایک بی بی تھی اس کے خاوند کی تنخواہ ۲۰ روپے تھی۔ ایک بار عورتوں کے مجمع میں ان سے شوہر کی تنخواہ کی مقدار پوچھی گئی اب ۲۰ روپے بتلائیں تو اہانت ہے اور زیادہ کس طرح بتلاویں تو آپ کہتی ہیں کہ تنخواہ تو ۲۰ روپے ہیں مگر ماشاءاللہ اوپر کی آمدنی بہت ہے۔ تو رشوت لیتے لیتے اس کی برائی ایسی دل سے نکلی کہ اس پر ماشاءاللہ پڑھا جاتا ہے مگر جس زینت اور بناؤ سنگار کا یہ نتیجہ ہو اس کا انجام کیا ہوگا؟ بس وہ انجام ہوگا جس کو کوئی بزرگ فرماتے ہیں:

عاقبت سازد ترا از دیں بری　　　　ایں تن آرائی و ایں تن پروری

کہ آخر کار اس آرائش اور تن پروری میں دین برباد ہو جائے گا اور خدا کے سامنے خالی

ہاتھ ہو جاؤ گے۔ غرض عورتوں کو رات دن اسی کی فکر رہتی ہے کہ زیور ایسا ہو کپڑا ایسا ہو جوتا ویسا ہو اور اس میں زیادہ تر تفاخر کی نیت ہوتی ہے تو اس صورت میں بھی حد شرعی سے تجاوز ہوا کیونکہ نیت اچھی نہیں اس لیے ان کو گناہ ہوگا۔ یہ بھی ایک قسم کا اسراف ہے۔ اب اگر کوئی سوال کرے کہ پھر لباس کیا نیت کر کے پہننا چاہیے تو اس کا بھی جواب سن لیجیے۔ لباس میں نیت کے کئی درجے ہیں ایک تو نیت ہے رفع ضرورت کی کہ یہ تو گاڑھے اور گزی(۱) سے بھی ہوسکتی ہے۔ یہ نیت تو طاعت ہے اس کے بعد ایک نیت یہ بھی ہے کہ ہم کو آسائش و آرام ہو یہ نیت بھی جائز ہے۔ اس صورت میں کپڑا ذرا قیمتی ہوگا مگر بھڑکدار ہونا ضروری نہیں۔ تیسری نیت ہے آرائش یعنی تجمل کی۔ آپ آرائش کا نام سن کر ڈرے ہوں گے کہ یہ ناجائز ہوگا مگر آپ گھبرائیے نہیں شریعت ایسی تنگ نہیں خدا کی رحمت ہے کہ یہ بھی جائز ہے مگر تجمل کے معنی یہ ہیں کہ اپنا جی خوش کرنے کے لیے عمدہ لباس پہنا جائے۔ اس کا مضائقہ نہیں ہے آگے چوتھی نیت ہے نمائش کی۔ یہ ہے تکبر کا نمونہ، یہ حرام ہے۔ اسی کو فرماتے ہیں ”من لبس ثوب شھرہ البسہ اللہ ثوب الذل یوم القیامہ“(۲) یعنی جو شخص شہرت کے لیے لباس پہنے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائیں گے۔ ۱۲ ص۔

## آرائش و نمائش میں فرق

اب آرائش اور نمائش میں فرق سمجھنا چاہیے۔ آرائش کے معنی اوپر معلوم ہو چکے ہیں کہ اپنا جی خوش کرنے کے لیے عمدہ لباس پہنا اور نمائش یہ ہے کہ دوسروں کو دکھانے اور دوسروں سے نظریں لڑانے کی نیت ہو، یہ حرام ہے تو آپ عمدہ لباس پہنئے ہے اگر خدا نے وسعت دی ہو مگر نیت یہ رکھئے کہ اس سے اپنا دل خوش ہوگا۔ نمائش کی نیت نہ کیجئے مگر اپنا دل خوش کرنے کی نیت ایسی نہ ہو جیسے اسی سفر میں مجھے ایک صاحب نے عشاء کی نماز پڑھانے کو کہا۔ میں نے کہا میں قصر کروں گا کوئی اور صاحب پڑھاویں، کہنے لگے کہ اقامت کی نیت کر لیجئے۔ میں نے کہا سبحان اللہ۔ اسباب بندھا رکھا ہے آدمی ٹکٹ لینے گیا ہوا ہے۔ ایسے میں اقامت کی وہ نیت کیا خاک نیت ہوگی محض خدا کو دھوکہ دینا ہوگا تو وہ نیت ایسی نیت نہ ہو کہ دل میں تو دوسروں کی نظریں لڑیں اور محض جائز کرنے کے لیے

(۱) موئے جھوٹے کپڑے (۲) مسند احمد ۹۲ / ۲، مشکوۃ المصابیح: ۴۳۴۶

زبان سے یہ کہیں کہ ہم نے تو صرف اپنا دل خوش کرنے کی نیت سے یہ عمدہ لباس پہنا ہے تو لفظوں کا نام تو نیت نہیں ہے نیت تو دل میں ہوتی ہے پس لفظوں کا اعتبار نہ کرو بلکہ دل کے چور کو دیکھو تو وہ چور ایسی جلدی نہیں نکلا کرتا بلکہ اس کے لیے چند روز اس کی ضرورت ہے کہ

قال را بگذار مرد حال شو　　پیش مرد کاملے پامال شو

قال کو چھوڑ و حال پیدا کرو یہ اس وقت پیدا ہوگا جب کہ کسی اہل اللہ کی جوتیاں سیدھی کرو۔

## اہل زینت کی اقسام

البتہ اگر کسی کو ابتدا سے اہل اللہ کی صحبت میسر ہوئی ہو تو وہ بے شک اس مرحلے کو طے کر چکا ہے۔ اس کو آج وہ بات حاصل ہے جو آپ کو برسوں کے مجاہدے کے بعد حاصل ہوگی اور اگر کسی کو ابتدءا فطرت ہی سے زینت پسند ہو تو اس کو بغیر مجاہدہ کے تجمل و آرائش جائز ہے کیونکہ وہ عمدہ لباس اپنی فطری عادت کی وجہ سے پہنتا ہے اس کو کسی کا دکھانا مقصود نہیں ہوتا۔ چنانچہ بعض روساء نفیس المزاج ہوتے ہیں۔ وہ بچپن سے عمدہ لباس ہی میں پرورش پاتے ہیں ان کی طبیعت زینت پسند ہوتی ہے وہ اپنی عادت کی وجہ سے اچھا لباس پہنتے ہیں اور ان کی نظر میں اس قیمتی لباس کی وہی وقعت ہوتی ہے جو وقعت ہمارے دل میں گاڑھے دھوتر (۱) کی ہے کیونکہ ہم اس کے عادی ہیں اس لیے اس کو کوئی عجیب چیز نہیں سمجھتے اور وہ عمدہ قیمتی لباس کے عادی ہیں وہ اس کو کوئی نئی چیز نہیں سمجھتے مگر میں اس کی ایک شناخت بتلاتا ہوں اس سے امتحان ہو جائے گا کہ خوبصورت لباس نمائش کے لیے کون پہنتا ہے اور لطافت طبیعت کی وجہ سے کون؟ وہ یہ کہ یہ دیکھو کہ یہ شخص تنہائی میں کیسے رہتا ہے تو زینت کرنے والے لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو کہ اپنے گھر میں بھی زینت سے رہتے ہیں۔ یہ تو لطافت مزاج کی علامت ہے۔ ورنہ اگر ایسی حالت نہیں ہے بلکہ گھر میں تو معمولی حالت میں رہتے ہیں اور جب باہر نکلتے ہیں تو بن ٹھن کر نکلتے ہیں تو یہ تکلف و نمائش ہے۔

## آرائش کی شرعاً اجازت ہے

میں نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ گھروں میں تو رہیں گے لنگی باندھ کر جیسے

(۱) کھدر کے معمولی لباس کی۔

کوئی مزدور ہو اور باہر نکلیں گے نواب بن کر تو آرائش کی شرعاً اجازت ہے اور یہی معنی ہیں اس حدیث کے ''ان اللہ جمیل یحب الجمال'' اللہ تعالیٰ جمیل ہیں جمال کو پسند کرتے ہیں۔ ۱۲ ص۔ اس سے زیادہ آپ اور کیا چاہتے ہیں لیکن دوسروں کو اچھا معلوم ہونے کے لیے عمدہ لباس نہ پہنو کہ یہ نمائش ہے مگر اس میں بھی کسی قدر تفصیل ہے اور وہ یہ کہ اگر عمدہ لباس اس نیت سے پہنیں کہ دوسرے لوگ ہم کو حقیر نہ سمجھیں تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ ذلت سے بچنا بھی مطلوب ہے۔ اگر ایک رئیس آدمی گاڑھے کے کپڑے پہننے لگے تو لوگ اس کو بخیل اور کنجوس مشہور کریں گے کہ کمبخت کے پاس خدا کا دیا ہوا سب کچھ موجود ہے مگر صورت ایسی بناتا ہے جیسے کوئی مزدور ہو۔ تو اس ذلت سے بچنے کے لیے بھی عمدہ لباس پہننا جائز ہے۔ مگر ہاں یہ نیت جائز نہیں کہ لوگوں میں ہماری بڑائی ہوگی، ممتاز معلوم ہوں گے تو دیکھیے شریعت میں کہاں تک اجازت ہے گویا چار سے صرف ربع چوتھائی (۱) کی ممانعت ہے اور اس میں سے اتنی نمائش کی بھی اجازت ہے کہ دوسروں کی نظروں میں ذلیل و حقیر نہ ہو تو گویا صرف آٹھواں حصہ ممنوع ہے مگر اب بھی آپ کہتے ہیں کہ شریعت میں بڑی تنگی ہے۔ اس آٹھویں حصے کی بھی اجازت دینی چاہیے، کیوں صاحب اس کی اجازت کیوں دینی چاہیے تکبر اور بڑائی کا آپ کو کیا حق حاصل ہے اس کو کیوں جائز کر دیا جائے غرض نمائش کرنا یعنی دوسروں کی نظروں میں بڑا بننے کے لیے زینت کرنا کہ ہمیں پر نظر پڑے یہ ناجائز ہے۔

## تکبر نئی ترکیبیں سکھاتا ہے

اور آج کل عورتیں کثرت سے اسی مرض میں مبتلا ہیں جب وہ کہیں جاتی ہیں تو اس کی کوشش کرتی ہیں کہ ساری بیبیاں ہمیں کو دیکھیں اور اس کے لیے بعض تو بجتا ہوا زیور پہنتی ہیں کہ اس کی جھنکار سن کر سب کے سب ان کی طرف متوجہ ہو جائیں اور بعض جو نیک ہیں وہ بجتا ہوا زیور تو نہیں پہنتیں مگر وہ اور ترکیب کرتی ہیں کہ محفل میں بیٹھ کر گرمی کے بہانے سے گلا کھول کر دکھلا دیا۔ گریبان کے بٹن کھول دیئے، کان کھول کر دکھا دیئے،

(۱) الصحیح المسلم: ۷، ۱۴۷، مشکوۃ المصابیح: ۵۱۰۸ (۱) لباس پہننے میں چار نیتیں ہیں۔ ۱۔ رفع تحقیر۔ ۲۔ ضرورت۔ ۳۔ آرائش تجمل۔ ۴۔ نمائش۔ تو ان چاروں میں سے تین کی اجازت ہے چوتھی کی ممانعت ہے۔

جب سب نے دیکھ لیا ان کے پاس بہت زیور ہے تو اب بھلی مانس ہو کر بیٹھ گئیں۔ حضرت یہ ان کی ترکیبیں ہیں اور یہ سکھلاتا کون ہے وہی تکبر۔ یہ تکبر بہت بڑی بلا ہے اس سے بچنا چاہیے یہ تو اسراف کے قواعد عامہ تھے۔ اب ایک بات رہ گئی وہ یہ کہ ایک اسراف ایسا بھی ہے جو ہر ایک کے لیے اسراف نہیں بلکہ ایک شخص کے لیے اسراف ہے اور دوسرے کے لیے نہیں اور غالباً طالب علم بھی اس سے خوش ہوئے ہوں گے کہ ہم کو عوام سے یہ کہنے کا موقع مل جائے گا کہ یہ ہمارے لیے اسراف نہیں تمہارے لیے اسراف ہے مگر تفصیل سن کر یہ خوشی جاتی رہے گی کیونکہ اس اسراف میں غریب لوگ زیادہ مبتلا ہیں۔ مثلاً ایک قیمتی کپڑا ہے اس کو ایک شخص خریدنا چاہتا ہے اور نمائش کی نیت سے نہیں خریدتا تو یہ اس کے لیے جائز ہے یا نہیں تو بات یہ ہے کہ وہ ایک شخص کے لیے جائز ہے اور ایک کے لیے نہیں یعنی گنجائش والے کو تو جائز ہے اور عسیر الحال تنگدست کے لیے اسراف میں داخل ہے اور ناجائز ہے کیونکہ اس میں وہ ایک حد شرعی سے تجاوز کرتا ہے۔

## صدقہ میں وسعت سے زیادہ خرچ کرنا مناسب نہیں

حدود شرعیہ میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ وسعت سے زیادہ خرچ نہ کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''افضل الصدقه ما كان عن ظهر غني (۱) بہتر صدقہ وہ ہے کہ دے کر بھی کچھ پاس رہے۔ وابداء بمن یعول شروع کرو ان لوگوں سے جن کا نفقہ تمہارے ذمہ لازم ہے۔ ایک مقدمہ تو یہ ہوا کہ صدقہ میں وسعت سے زیادہ خرچ کرنا نہ چاہیے۔ ۱۲ ص۔ دوسرا مقدمہ اس کے ساتھ اور ملا لیجئے وہ یہ کہ صدقہ تمام نفقات سے افضل ہے اب نتیجہ یہ نکلا کہ جب صدقہ میں یہ قید ہے کہ وسعت سے زائد خرچ نہ کیا جائے تو پھر اپنے لباس میں اس کی کہاں اجازت ہوگی کہ وسعت سے زیادہ خرچ کیا جائے۔ یہ تو حدیث کا مضمون ہے۔ رہی یہ بات کہ اس حدیث کا راز کیا ہے وہ سب سے زیادہ خرچ کرنا ممنوع کیوں ہوا؟ سو وہ راز یہ ہے کہ وسعت سے زیادہ خرچ کرنے والا قرض لے گا اور قرض لینا بلاضرورت جائز نہیں کیونکہ اس سے پریشانی ہوتی ہے اور خواہ مخواہ اپنے کو پریشانی میں ڈالنا جائز نہیں نیز بعض دفعہ قرض لینے سے ذلت بھی ہوتی ہے اور اپنے کو

(۱) الصحیح البخاری: ۷/ ۸۱، الصحیح المسلم، الزکاۃ: ۹۵

ذلیل کرنا بھی جائز نہیں حدیث میں ہے"لا ینبغي للمؤمنین ان یذل نفسه" (۱)
مسلمان کو مناسب نہیں کہ اپنے کو ذلیل کرے (قالوا یا رسول اللہ و کیف یذل نفسه
قال یتحمل من البلاء لما لا یطیقه ) صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مسلمان اپنے کو ذلیل کیوں کر کیا کرتا ہے فرمایا کہ اپنے سر پر ایسی بلا لے لے جس کے
تحمل کی اس میں طاقت نہیں ہے۔ دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے ساتھ کس درجہ
کی محبت ہے کہ آپ کی ذلت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گوارا نہیں اس پر بھی مسلمان احکام
شرعیہ کی قدر نہیں کرتے، تو قرض کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ابواب غیر مباحہ (۲) کی طرف نظر جاوے
گی، ذلیل کام کرنے لگے گا۔ کہیں جوا کھیلے گا، کہیں جھوٹی شہادت دے گا، کہیں رشوت لے
گا، کبھی دھوکہ دے کر کبھی ظلم کر کے لوگوں کا مال دبانا چاہے گا۔ چنانچہ ایک زمیندار کی
حکایت سنی ہے کہ وہ کسی بنئے کا قرضدار تھا اور قرض بھی سودی تھا اور پاس کچھ تھا نہیں۔ یہ
کاہے کی بدولت فقط اسراف کی بدولت کہ گنجائش زیادہ تھی نہیں اور خرچ بہت کرتا تھا جب
قرض زیادہ ہو گیا تھا مہاجن نے مطالبہ کیا، کہلا بھیجا کہ اچھا بہی (۳) لے آؤ اور مجھ سے
وصول کر کے اس پر دستخط کر دو، وہ لالچ کے مارے بہی لے کر پہنچا۔ اس زمیندار نے وہاں
ایک قبر کھدوا رکھی تھی مہاجن سے کہا کہ یا تو وصول یابی کے دستخط کر دو ورنہ یہ قبر تمہارے
لیے ہے آخر دستخط کرنا پڑے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کافر کا مال لینے اور دبانے میں کیا
حرج ہے مگر محققین تو یہ کہتے ہیں کہ اگر مال مارنا ہے تو مسلمان ہی کا مارو کیونکہ قیامت میں
اگر کسی کا حق تمہارے ذمے ہوا تو وہ تمہاری نیکیاں لے لے گا تو نیکیاں دینا ہے تو بھائی
مسلمان ہی کو دو کافر کو کیوں دیتے ہو تو خوب سمجھ لو کہ شریعت اسلامیہ ایسی نہیں ہے کہ وہ
اپنے ہی لوگوں کی رعایت کرے۔ دوسروں کی رعایت نہ کرے۔ شریعت اسلامیہ نے
اپنے مخالفین کی جیسی رعایت کی ہے کسی نے بھی ایسی رعایت نہیں کی یوں دعوی تو جس کا جی
چاہے کر دے مگر عمل کر کے بھی تو کوئی دکھلائے مگر افسوس ہے کہ اہل اسلام کی قدر دوسری
قوموں نے بہت کم کی ہے چنانچہ آج دیکھئے ان کے ساتھ کیسے کیسے معاملات کیے گئے ہیں۔

(۱) سنن الترمذی: ۲۲۵۴، سنن ابن ماجہ: ۴۰۱۶ (۲) جو طریقہ جائز نہیں اس کو اختیار کرے گا (۳) کھاتے
کی کاپی جس میں حساب لکھا تھا۔

## اسراف کے ناجائز ہونے کا سبب

اسی طرح پرانی حکایت سنی گئی ہے کہ ایک بنئے کا قرض کسی خان صاحب پر تھا اور بہت زیادہ قرض تھا جس کی ادائیگی کی کوئی سبیل نہ تھی اس نے اپنے چند دوستوں کو جمع کر کے یہ تدبیر نکالی کہ اپنے گھر پر ایک مجمع کیا اور ڈھول باجا بھی منگوایا، جس سے دیکھنے والوں کو یہ خیال ہوا کہ بارات آئی ہے، پھر اس بنئے کو بلوایا اور اس سے کہا کہ لالا جی آج ہمارے یہاں شادی ہے، ہمارے یہاں نوتہ آوے گا، آکر اپنا حساب بے باق کرو، وہ خوشی خوشی آ گیا، جب وہ قبضہ میں آ گیا تو کہا فارغ خطی لکھ دو ورنہ تلوار سے تمہارے دو ٹکڑے کر دیے جائیں گے، وہ چلاتا ہے تو ڈھول تاشہ کی آواز میں کچھ سنائی نہیں پڑتا، آخر لالا جی نے فارغ خطی لکھی، فارغ خطی کو اپنے قبضہ میں کر کے کہنے لگا لالا جی بس اپنے گھر جاؤ روپیہ تم کو وصول ہو چکا ہے، یہ فارغ خطی موجود ہے، وہ غریب اپنا سا منہ لے کر چلا گیا ایک دفعہ وہ دکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ باجا بجنے کی آواز آئی، اس کے لڑکے نے کہا کہ ابا میں بارات دیکھ آؤں، کہنے لگا منکا منکا بارات نہیں بھارگ کھتی (فارغ خطی) لکھواتے ہوں گے۔ وہ غریب اب بارات کو فارغ خطی ہی سمجھنے لگا۔ تو صاحبو! اس اسراف کی بدولت جب قرض ہو جاتا ہے تو ایسی ایسی ترکیبیں سوجھتی ہیں۔ خدا ایسے افلاس سے بچائے تو جب ایک شخص نے باوجود گنجائش نہ ہونے کے اچھا کپڑا پہنا تو یہ آئندہ چل کر مصیبت کا سبب ہوگا۔ اس لیے شریعت کہتی ہے کہ یہ اسراف ہے اور ناجائز ہے اسی لیے میں کہا کرتا ہوں کہ آج کل مسلمانوں کو روپیہ پاس رکھنا چاہیے۔ خالی ہاتھ نہ رہیں کیونکہ آج کل افلاس ہزاروں گناہوں کا دروازہ ہے۔ البتہ ایسا شخص اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے جس کے ذمہ کسی کا حق نہ ہو اور وہ خود متوکل مستغنی المزاج ہو نہ بیوی ہو نہ بچے ہو۔

ماہیچ نداریم و غم ہیچ ندارم(۱)

کا مصداق ہو ایسا شخص اگر مفلس خالی ہاتھ رہے تو مضائقہ نہیں۔ وہ افلاس کی وجہ سے ان گناہوں میں مبتلا نہ ہوگا۔ ایک طالب علم ہمارے ابتدائی کتب کے استاد کے پاس آئے مثنوی پڑھنے۔ مولانا نے فرمایا کہ پہلے کھانے کی فکر کر لو کہنے لگے جس نے پیدا کیا

(۱) ''ہمارے پاس کچھ نہیں ہے اور اس نہ ہونے کا ہم کو کچھ غم بھی نہیں ہے'' ۱۲ ص

وہ خود کھانے کا سامان کرے گا۔ اور اگر کچھ نہ کرے گا تو بہت سے بہت اپنی جان لے لے گا تو میں اس کے لیے آمادہ ہوں۔ آپ بے فکر رہیں مجھے سبق شروع کرا دیں۔ مولانا اس کے توکل پر حیران ہو گئے سبق شروع کر دیا بس اگلے ہی روز لوگ اس کے معتقد ہو گئے اور جگہ جگہ سے کھانا آنے لگا تو کوئی اتنا آزاد ہو تو اس کے لیے وہ قاعدہ نہیں ہے ورنہ اس کا افلاس مصیبت کا سبب نہ ہوگا۔ وہ خوشی سے سب تکالیف کو برداشت کرے گا۔

## ضعیف یا قوی طبیعت ہونے کو بزرگی میں کچھ دخل نہیں

بہت سے اہل اللہ ایسے بھی ہوئے ہیں کہ وہ کچھ اپنے پاس نہ رکھتے تھے جو کچھ آیا سب ایک مرتبہ خرچ کر ڈالتے تھے اور بعض ایسے بھی ہوئے ہیں جو اپنے پاس جمع رکھتے تھے۔ ایک ہی بزرگ نے دعا کی کہ الٰہی میری ساری عمر کی روزی ایک ہی مرتبہ مجھ کو دے دیجئے ارشاد ہوا کیوں؟ کیا ہم پر اعتماد نہیں؟ عرض کیا کہ اعتماد تو ہے مگر جب میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں تو شیطان آ کر مجھے بہکاتا ہے کہ کل کو کہاں سے کھاوئے گا میں کہتا ہوں اللہ دے گا وہ کہتا ہے کہ یہ کیا ضرور ہے کہ خدا کل ہی کو بھیج دے اگر کئی دن فاقہ کرا کر دیا تو کیا ہوگا؟ میں اس کی اس بات سے لاجواب ہو جاتا ہوں پس اگر تو ساری عمر کی روزی ہوگی تو جب وہ مجھ سے کہے گا کہ کہاں سے کھاؤ گے تو میں کہہ دوں گا کہ اس کوٹھری میں غلہ بھرا ہوا ہے اس میں سے کھاؤں گا اور اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ کیسے بزرگ ہیں۔ بات یہ ہے کہ اس کا منشاء ضعف طبیعت ہے اور طبیعت ضعیف یا قوی ہونا فطری عمل ہے بزرگی کو اس میں کوئی دخل نہیں۔

## ایک بزرگ مولانا احمد کی حکایت

بعض ایسے ہوئے ہیں کہ انہوں نے کچھ بھی نہیں رکھا ایک بزرگ مولانا احمد ایسے تھے وہ قرض لے لے کر لوگوں کو کھلایا کرتے تھے ان کے ذمے بہت قرض ہو گیا۔ آخر مرنے لگے تو لوگ آ کر جمع ہوئے اور تقاضہ کر رہے تھے کہ آپ تو مر رہے ہیں اس وقت ہمارا روپیہ کہاں جائے گا؟ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ایک حلوائی کا لڑکا حلوے کی سینی لیے ہوئے پکارتا ہوا گزرا آپ نے اس کو بلوایا اور سب حلوہ اس سے خرید لیا اور لوگوں کو کھلا دیا لڑکے نے حلوے کے دام مانگے تو آپ نے فرمایا کہ جہاں یہ لوگ بیٹھے

ہیں تو بھی بیٹھ جا۔ اس نے رونا شروع کیا کہ میرا باپ مار ڈالے گا لوگوں کو بہت ناگوار ہوا کہ ناحق اس کا دل دکھایا آپ خاموش پڑے تھے کہ ایک رئیس کا فرستادہ (۱) بہت سا روپیہ لے کر حاضر خدمت ہوا۔ جس سے سب قرض داروں کا قرض ادا ہو گیا۔ ایک خادم نے عرض کیا کہ حضرت اس میں کیا حکمت تھی کہ آپ نے اس قدر قرض کی حالت میں مرتے ہوئے بھی حلوائی کے لڑکے کا قرض اپنے ذمے اور بڑھا دیا فرمایا کہ میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی کہ میرا قرض ادا کرا دیں۔ ارشاد ہوا کہ ادا کرنا کیا مشکل ہے کوئی روئے تو دریائے رحمت جوش زن ہو۔ مگر تمہارے ان قرض خواہوں میں کوئی رونے والا نہیں سب خاموش ہی بیٹھے ہیں اس لیے میں نے اس لڑکے سے حلوہ خریدا جب اس نے رونا شروع کیا اس وقت رحمت حق کو جوش آیا۔ بھائی اس واسطے یہ ترکیب کی تھی۔ مولانا فرماتے ہیں

تا نہ گرید کود کے حلوا فروش بحر بخشا یش نمے آید بجوش (۲)

تا نہ گرید ابر کے خند و چمن تا نہ گرید طفل کے جو شد لبن (۳)

اور تعلیم یافتہ فرماتے ہیں

ایکہ خواہی کز بلا جان و آخری جان خودرا در تضرع آوری

یعنی اگر بلا و مصیبت سے چھٹکارا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے سامنے گریہ وزاری کیا کرو۔

در تضرع باش تا شاداں شوی گریہ کن تا بے وہاں خنداں شوی

اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑانے میں مصروف ہو جاؤ تا کہ شاداں ہوں اور ان کے سامنے گریہ وزاری کرو بے حد خنداں ہو گے ۱۲ ص۔

در پس ہر گریہ آخر خندہ ایست مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

ہر گریہ کا انجام خندہ ہوتا (۴) ہے اور جو شخص انجام بین ہو وہ نہایت مبارک شخص ہے۔

اے خوشا آں دل کے آں گریان اوست اے خوشا چشمی کہ آں گریان اوست

وہ دل نہایت اچھا ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں گریاں (۵) ہو اور وہ آنکھ بہت اچھی ہے

(۱) بھیجا ہوا آدمی (۲) ''یعنی جب تک حلوا فروش کا لڑکا نہ روئے گا۔ ہمارا بحرِ کرم جوش میں نہ آئے گا ۱۲ ص'' (۳) ''یعنی رونا ایک عجیب تاثیر رکھتا ہے دیکھو جب تک ابر نہ روئے گا چمن کیوں کر ہنس سکتا ہے یعنی جب تک بارش نہ ہو باغ سرسبز و شاداب نہیں ہو سکتا اور جب تک بچہ نہ روئے دودھ کیسے جوش مار سکتا ہے'' (۴) ہر رونے کا انجام خوشی (۵) روئے

جو اللہ تعالیٰ کے عشق میں گریاں ہے ۱۲ ص۔

یہ تو مولانا کے ارشاد تھے مگر اصل مقصود یہ بیان کرنا تھا کہ حضرت شیخ احمد اس شان کے تھے کہ وہ اپنے پاس کچھ جمع نہ کرتے تھے وہ متوکل اور مستغنی المزاج تھے تو ایسے شخص کو اچھا کپڑا اچھا کھانا بھی کوئی مضر نہیں ہے لیکن اگر کوئی عیال دار ہے تو اس کے لیے وسعت (۱) سے زیادہ خرچ کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کے ذمہ اہل وعیال کا بھی حق ہے تو یہ بڑی بے حمیتی ہے کہ اپنے کپڑے کھانے کا تو فکر ہو اور اہل وعیال کا فکر نہ ہو۔

ببیں آں بے حمیت را کہ ہرگز نخواہد دید روئے نیک بختی

اس بے حیا کو دیکھو ہرگز اس کو نیک بختی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔

تن آسانی گزیند خویشتن را زن و فرزند بگزارد بہ سختی

جو اپنے لیے آرام و آسائش تلاش کرتا ہے اور اہل وعیال کو سختی میں چھوڑتا ہے۔ ۱۲ ص

## غریب آدمی کی فکر آرائش اسراف (۲) ہے

تو غریب آدمی کا بھڑک رہنا اور زینت و آرائش کی فکر کرنا اسراف میں داخل ہے۔ کیونکہ خرچ اس کی وسعت سے زیادہ ہوگا میں نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ گنجائش سے زیادہ بھڑک سے رہتے ہیں جس میں اسراف کے علاوہ تصنع بھی ہے بعض لوگوں کو اس میں بہت غلو ہوتا ہے۔ ایک صاحب تھے جب وہ باہر نکلتے تو مونچھوں پر چراغ کا تیل لگا لیتے تھے تاکہ معلوم ہو کہ خوب گھی کھا کر آئے ہیں ایک روز تیل کے ساتھ بتی بھی آ گئی اور مونچوں میں اٹک گئی اس روز ساری قلعی کھل گئی تو آدمی وسعت سے زیادہ کیوں بناوٹ کرے بس مسلمان کا تو یہ حال ہونا چاہیے

واستغن ما اغناك ربك بالغنى واذا لقيك خساسة فتجمل

یعنی جس حیثیت پر خدا رکھے اس پر رہنا چاہیے اگر وسعت ہو تو عمدہ کھانے پہننے کا بھی مذائقہ نہیں اگر تنگی ہو تو اس کے موافق گزر کرنا چاہیے تو یہ بھی حدود شرعیہ ہیں۔ جب ان سے تجاوز ہوگا وہ اسراف ہو جاوے گا اسی پر قیاس کر کے سب سامانوں کو دیکھ لیجئے میں سب کو کہاں تک گناؤں۔ کہاں تک بیان کروں بہرحال یہ مضمون غفلت کے قابل نہیں ہے اس کا اہتمام لازمی

(۱) گنجائش (۲) غریب کا زیبائش کی فکر کرنا فضول خرچی ہے۔

ہے اور آپ کو اپنی معاشرت ضرور کچھ سنبھالنی چاہیے ورنہ اس کا آخر انجام ہلاکت ہے اور یہ یاد رکھیے صرف اس جلسہ میں اپنی حالت پر افسوس کر لینے کا کچھ اعتبار نہیں لوگ اسی کو وعظ کا نفع سمجھتے ہیں کہ اس وقت رو دھو لئے وعظ کا نفع یہ ہے کہ آپ یہاں سے جا کر اپنی حالت کی اصلاح کی فکر میں لگ جائیں اور اگر اسی حالت پر رہے تو سمجھا جاوے گا کہ کچھ بھی نفع نہیں ہوا۔

## خلاصہ وعظ

میرے سارے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ اسراف کو چھوڑنا چاہیے اور میں نے اس وقت تک جو کچھ بیان کیا یہ اسراف فی المال (فضول خرچی) کا ذکر تھا اور جی تو یوں چاہتا تھا کہ ہر امر میں اسراف کے متعلق کچھ کچھ بیان ہو جائے مگر چونکہ وقت زیادہ گزر گیا ہے اس لیے اسی پر اکتفا کرتا ہوں ممکن ہے کہ دوسری اجزاء اسراف کے متعلق بھی کسی دوسرے موقع پر یا امروہہ میں بیان کروں گا مگر الحمدللہ کہ اس ضروری جس کی تفصیل اچھی طرح بیان ہوگئی جس کو خلاصہ کے طور پر مکرر کہتا ہوں کہ اسراف کی حقیقت تو یہی ہے کہ تجاوز عن الحد الشرعی (شرعی حدود سے گزرنا ۱۲ص) اور یہ حقیقت اموال اور غیر اموال کو عام ہے مگر اس کے ایک متعلق اموال میں شرعی حد سے تجاوز کرنا بھی ہے اور ظاہراً تو یہ مسئلہ تمدن کا معلوم ہوتا ہے مگر شریعت کی کیا رحمت ہے کہ اس کو بھی دین بنا دیا جس سے بعضے لوگ تو تنگ آگئے کہ دنیا کے مسئلوں کو بھی دین بنا دیا ہمیں ہر طرح سے مقید کر دیا دنیاوی امور میں بھی ہم کو آزادی نہیں دی گئی اور یہ لوگ مولویوں پر سارا الزام رکھتے ہیں کہ ان کے یہاں ہر چیز کا ایک مسئلہ بنا رکھا ہے مگر غنیمت ہے کہ یہ لوگ خدا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو کچھ نہیں کہتے مولویوں ہی کو برا بھلا کہہ لیتے ہیں ہم کو اس کی بھی خوشی ہے کہ اس طرح ہم خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وقایہ (آڑ) بن گئے تھے اور اس سنت پر ہمارا فی الجملہ عمل ہو گیا کہ حضرت طلحہ جنگ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وقایہ (آڑ) بن گئے۔ انہوں نے اپنے بدن پر اور ہاتھ پر کفار کے حملے روکے خود زخمی ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کو اپنی آڑ میں لے کر کفار کے حملوں سے بچایا۔ تو صاحبو! ہم آپ کی ان بے جا عنایتوں سے بھی خوش ہیں خیر تم ہم کو ہی برا کہہ لو مگر خدا را اللہ و

رسول کی شان میں گستاخی نہ کرنا ورنہ ایمان ہی برباد ہو جائے گا مجھ کو اس مضمون کے قریب قریب ایک شعر یاد آیا

نشا دم کہ از رقیبان دامن کشاں گذشتی گومشت خاک ماہم برباد رفتہ باشد

ہم خوش ہیں کہ رقیبوں سے دامن بچا کر گزرے اگرچہ ہماری ہی مٹھی بھر خاک برباد ہو جاوے گی یعنی لوگوں سے ہم خوش ہیں کہ ہم ہی کو برا بھلا کہہ لیتے ہیں اللہ اور رسول کو تو بچا دیتے ہیں ۱۲ ص۔

## احکام شریعت مولویوں کے من گھڑت مسائل نہیں

تو صاحبو! یہ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ہیں ان کو مولویوں کے مسئلے نہ سمجھو اور ان کی اس لیے قدر کرنی چاہیے کہ اگر ان کو احکام نہ بنایا جاتا تو وہاں آخرت میں آپ کو ان کا صلہ کچھ نہ ملتا اور اب کیا خدا کی رحمت ہے کہ ان احکام سے آپ کی دنیا بھی سنورتی ہے یہاں کا بھی فائدہ ہے اور وہاں بھی ان کے صلہ میں آپ کو جنت ملے گی۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ ان لوگوں نے ہمارے کہنے سے اپنی دنیا سنواری تھی اس لیے ان کو ثواب دینا چاہیے تو اب بتلایئے کہ ان باتوں کا دین بنا دینا قدر کی بات ہے یا بے قدری کی۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی رئیس کہے کہ یہ کھانا کھاؤ تو تم کو ۵۰ روپے دوں گا اب اگر اس پر کوئی تنگ ہونے لگے تو یہی کہے گا کہ گدھے کو دیا تھا نمک وہ کہنے لگا کہ میری آنکھیں پھوڑ دی تو اس آیت میں حق تعالیٰ نے حرمت اسراف کے قانون شرعی ہونے کو ظاہر فرمایا ہے حالانکہ اس میں سراسر آپ کی دنیا کا بھی نفع ہے فرماتے ہیں ان اللہ لا یحب المسرفین کہ حق تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو نہیں چاہتا۔ اس آیت میں حق تعالیٰ یہ بتلا رہے ہیں کہ تم ہمارے پیارے ہو اور ہم نے تم کو بغیر تمہارے کچھ کیے محبوب بنایا تھا۔

مانبودیم و تقاضا مانبود لطف تو ناگفتہ مامی شنود

ہم پہلے بالکل نہ تھے اور نہ ہمارا تقاضا اور سوال تھا آپ کا لطف ہماری ان کہی باتیں سنتا تھا یعنی ہم موجود بھی نہ تھے اور اسی وقت سے محبوب ہو گئے تھے تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں

کہ تم کو ہماری اس محبت کی حفاظت کرنی چاہیے ہم اسراف کرنے والوں کو نہیں چاہتے تو آپ کو اسراف سے بچنا چاہیے تو وہ جو محبوبیت اصلیہ ہے اس کی حفاظت کا اس آیت میں حکم ہے اور واقعی یہ وعید جہنم کی وعید سے بڑھ کر ہے اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جس کو خدا تعالیٰ سے محبت ہے اور جس کو محبت نہیں ہے وہ اس کی کیا قدر کرے گا دیکھو اگر محبوب یہ کہہ دے کہ میں تم سے بولوں گا نہیں تو عاشق کے دل پر اس کا ہزار بار سے زیادہ اثر ہوتا ہے اسی کو فرماتے ہیں

شنیدہ ام سخن خوش کہ پیر کنعاں گفت　　　فراق یار نہ آں من کند کہ بتواں گفت

پیر کنعان نہایت عمدہ بات کہی اور وہ یہ کہ فراق محبوب ایسی مصیبت ہے جس کو بیان نہیں کر سکتے۔ ۱۲ ص

حدیث ہول قیامت کہ گفت واعظ شہر
تشبیہ دکنایتے ست کہ از روزگار ہجراں گفت

واعظ شہر جو ہول قیامت کی حدیث بیان کرتا ہے وہ روزگار حجر سے کنایہ اور اس کا شبہ ہے۔ ۱۲ ص۔ مولانا فرماتے ہیں

از فراق تلخ مے گوئی سخن　　　ہرچہ خواہی کن ولیکن ایں مکن

فراق کی تلخ باتیں نہ کرو جو دل چاہے کرو مگر فراق کا نام نہ لو۔

## عشاق کا مذاق

عاشق کا مذاق یہ ہوتا ہے کہ اور جو چاہے سزا دے دو لیکن فراق کا نام نہ لو۔ عاشق فراق کا نام سن کر تڑپ جاتا ہے اس سے اندازہ کر لیجئے کہ ”ان اللّٰہ لا یحب المسرفین“ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے ۱۲ ص۔ سن کر عشاق کی جان پر کیا حالت گزری ہوگی۔ بس اب میں بیان ختم کرتا ہوں حق تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمادیں اور بقیہ مضامین کے بیان کی بھی توفیق فرمادیں۔

وصلی اللہ تعالی وسلم علی خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وعلی اله واصحابه اجمعین واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

# أخبار الجامعة

## ماہ نومبر۔دسمبر 2023ء

❁ 22 اکتوبر: حضرت مولانا ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی (مدظلہ العالی) مہتمم جامعہ ہٰذ آن لائن مسابقہ حفظ کے انعقاد کو آسان بنانے کے لیے جامعہ ہٰذا میں ویب سائٹ ترتیب دینے والے احباب سے مشاورت فرمائی تاکہ طلباء مرحلہ وار رجسٹریشن وفیس وتلاوت کی ریکارڈنگ بآسانی مکمل کرسکیں۔

❁ 31 اکتوبر: حضرت مہتمم صاحب نے جامعہ اشرفیہ لاہور میں منعقد قرآن بورڈ کے اہم اجلاس میں شرکت فرمائی۔

❁ 2 نومبر: جامعۃ الراشدین والراشدات نبی پارک لاہور طلباء واساتذۂ کرام سے علوم القرآن کے حوالہ سے خطاب فرمایا اور شعبہ تجوید کا باقاعدہ آغاز فرمایا۔

❁ 5 نومبر: جامعہ اشرفیہ لاہور مجلس صیانۃ المسلمین کے سالانہ اجتماع میں تلاوت فرمائی۔

❁ 6 نومبر: پنجاب قرآن بورڈ کے اہم اجلاس میں طباعت قرآن کریم کے حوالے سے اُمور طے فرمائے۔

❁ 13 نومبر: جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور میں سیرت کانفرس بعنوان رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمی حکمت عملی منعقد ہوئی طلباء نے تلاوت قرآن کریم وحمد ونعت کے بعد عربی زبان میں مقالات پیش کیے اس کے بعد مفتی مبشر احمد صاحب ومولانا ڈاکٹر سعد صدیقی صاحب زید مجدہما، اساتذہ حدیث جامعہ ہٰذا نے خطاب فرمایا دورانَ تقریب حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے تقریب کے مہمان خصوصی مولانا ڈاکٹر شاہ معین الدین ہاشمی چیئرمین شعبہ حدیث وسیرۃ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد ودیگر مہمانان گرامی کی خدمت میں کلماتِ تشکر پیش فرمائے اور جامعہ کی طرف سے تحفۃ القاری شرح بخاری شریف (10 جلدیں) ہدیۃً پیش فرمائیں، صدارتی کلمات پیش فرما کر حضرت مہتمم صاحب پنجاب قرآن بورڈ کے اہم اجلاس میں شرکت کے لیے روانہ ہوگئے۔تقریب کی دوسری نشست کی صدارت مولانا ڈاکٹر قاری خلیل احمد تھانوی مدظلہ العالی (نائب مہتمم جامعہ)

نے فرمائی اور موضوع کی مناسبت سے خطاب فرمایا آخری خصوصی خطاب مولانا ڈاکٹر شاہ معین الدین ہاشمی صاحب نے فرمایا حضرت نائب مہتمم کی دعاء کے ساتھ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

❁ حضرت مولانا ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی مدظلہ العالی مہتمم جامعہ ہٰذا آل پاکستان مسابقہ حفظ القرآن الکریم (آن لائن) کے سلسلہ میں درج ذیل مدارس وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا دورہ فرمایا اور مسابقہ میں شرکت کے حوالہ سے اربابِ مدارس واساتذہ کرام وطلباء کی عملی تربیّت فرمائی۔

❁ 14 نومبر: بعد مغرب جامعہ دارالعلوم جمہوریہ تخت بھائی مردان، بعد نماز عشاء الجامعہ الاسلامیہ بابوزئی مردان۔

❁ 15 نومبر: اسلام آباد میں جامع مسجد توحید ومدرسۃ الانور کے مہتمم مفتی اویس صاحب کی اہلیہ محترمہ کا نماز جنازہ پڑھایا اس کے بعد جامعہ اصحابِ صُفّہ میں مسابقہ حفظ کی عملی تربیّت فرمائی جس میں کراچی سے مولانا عبدالوحید، لاہور سے مولانا عثمان آفاق سمیت کشمیر، اسلام آباد، راولپنڈی کے مشائخ علماء کرام واساتذہ وطلباء موجود تھے۔ بعد عصر مہتمم جامعہ دارالھدیٰ ومسؤل وفاق المدارس مولانا مفتی عبدالسلام صاحب کی مسجد میں حاضری ہوئی۔ بعد مغرب صوابی کالوخان کے مدرسہ تحسین القرآن الکریم تربیتی اجلاس میں شرکت فرمائی۔

❁ 16 نومبر: صبح 10 بجے تیمر گرہ جامعہ مسجد سیدنا صدیق اکبرؓ۔ پھر عصر کے بعد کانجو کے مدرسہ میں پھر رات بٹ خیلہ کے مدرسہ میں گزار کر 14 نومبر جامعہ عثمانیہ پشاور میں جمعہ پڑھایا اور مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب و دیگر مشائخ واساتذہ کرام بالخصوص مولانا مفتی حسین احمد صاحب، مولانا قاری فیاض صاحب کے صاحبزادہ مولانا ڈاکٹر احمد علی صاحب سے خصوصی ملاقاتیں ہوئیں اور مسابقہ حفظ کے صوبائی وقومی مراحل کے انعقاد پر بھی مشاورت ہوئی بعد مغرب جامعہ عثمانیہ کی دوسری شاخ نوشہرہ میں طلباء سے خطاب فرمایا۔

❁ 18 نومبر: پنجاب قرآن بورڈ کے اہم اجلاس میں گزشتہ طے شدہ اُمور کو حتمی تشکیل دی۔

❁ 19 نومبر: جامعہ ہٰذا کی دو برانچز مدرسہ معراج النساء اور مدرسۃ المعز مانگا منڈی میں حفظ القرآن الکریم مکمل کرنے والے طلباء کو آخری سبق کہلوایا اور برانچز کے حفاظ طلباء واساتذہ کرام ووالدین کو مبارکباد پیش فرمائی۔